امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

ماہنامہ شریعت

اردو

جلد 2 رمضان المبارک 1434ھ بمطابق اگست 2013ء شمارہ 5

دو روزے

مصر کو شام جیسے حالات میں دکھیلنے کی سازشیں اور مصری عوام کی ذمہ داریاں

✔ یہودیوں کا کھلونا

✔ صبح آزادی کیسے طلوع ہوگی؟

جمہوریت کی مثال

✔ اسلامی عیدین اور ہم

✔ دنیا کیا جواب دے گی؟

صدارتی محل کو ایک پیغام

امارت اسلامیہ کے اطلاعاتی کمیشن کے معاون سے ہمہ پہلو گفتگو

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن صهيب رضي الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله عجباً لامرالمؤمن انّ امرَه كلّه لَه خيرٌوليس ذلک لاحد الا لمؤمن انْ اصابَتْه سَرّاءُ شَكرَ فكان خيراً له ، وان اصابته ضَرّاءُ صَبرَفكانَ خيراً له- [رواه مسلم]

سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : بندہ مومن کامعاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اگراس کو خوشی ،راحت اورآرام پہنچے تو اپنے رب کا شکرادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اوراگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ [اس کو بھی اپنے حکیم و کریم رب کا فیصلہ اوراس کی مشیت یقین کرتے ہوئے] اس پر بھی صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لئے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔

تشریح:

اس دنیامیں تکلیف اورآرام توسب ہی کے لئے لیکن اس تکلیف اورآرام سے اللہ تعالیٰ کا قرب اوراس کی رضا حاصل کرنا یہ صرف ان اہل ایمان ہی کاحصہ ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایساایمانی رابطہ قائم کرلیا ہے کہ وہ چین وآرام اور مسرت وخوشی کی ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ کاشکر ادا کرتے ہیں اور جب کسی رنج ودکھ میں مبتلا کئے جاتے ہیں اور کوئی ناخوشگواری ان کو پیش آتی ہے تووہ بندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں اورچونکہ دکھ سکھ اور خوشی وناخوشی ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کی زندگی کسی وقت بھی خالی نہیں رہتی اس لئے اس بندگان خدا کے قلوب بھی صبر وشکر کے کیفیات سے ہمیشہ معمور رہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

اردو ماہنامہ

شریعت

جلد 2 رمضان المبارک 1434ھ بمطابق اگست 2013ء شمارہ 5

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: سلیمان غوری

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- شمس ابدالی
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

مصر کو شام جیسے حالات میں دھکیلنے کی سازشیں اور مصری عوام کی ذمہ داریاں	2
امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے لیے لائحہ	3
صدارتی محل کو ایک پیغام	4
امارت اسلامیہ کے اطلاعاتی کمیشن کے معاون سے ماہنامہ شریعت کی ہمہ پہلو گفتگو	6
امریکی فوجی کی ٹانگ	11
حسن روحانی کی فتح اور انہیں درپیش چیلنجز	13
مولوی عبدالسلام شہید کی سوانح حیات	16
دنیا کیا جواب دے گی؟	18
دوروزے	20
قومی ملیشیا کے اہلکار معاف نہیں کیے جائیں گے	23
جمہوریت کی مثال	24
صبح آزادی کیسے طلوع ہوگی؟	25
مجاہدین کی سفارتی کامیابی	27
قطر میں طالبان کا سیاسی دفتر	29
اسلامی عیدین اور ہم	31
قطر دفتر سے وابستہ توقعات۔۔۔؟	32
جنگی جرائم (جون)	35
یہودیوں کا کھلونا	36
مقبوضہ افغانستان میں امریکہ "بہادر" کا زوال	38
اللہ سے جنگ	40
محمدن فیلی	41
آم قدرت کا انمول تحفہ	43

رابطہ کے لیے برقی پتہ:
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:
www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک..........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات..........30 ڈالر

بنگلہ دیش..........28 ڈالر

ڈیزائننگ: سلمان بدر

مدیراعلی

اداریہ

مصر کو شام جیسے حالات میں دھکیلنے کی سازشیں اور مصری عوام کی ذمہ داریاں

مصر میں 25 جنوری 2011 کو سابق ڈکٹیٹر حسنی مبارک کے خلاف شروع ہونے والی تحریک کے نتیجے میں فروری 2011 میں حسنی مبارک کے عوامی دباؤ پر اقتدار سے علیحدگی اور مصر میں بلاتوقف 60 سالہ مسلط کردہ آمریت کے خاتمے کے بعد مصر میں انتخابی شیڈول کے مطابق 15 جون 2012 کے صدارتی انتخابات میں کامیاب ہونے والے ڈاکٹر محمد مرسی نے 30 جون 2012 کو مصر کی تاریخ میں پہلے سویلین منتخب صدر کے طور پر حلف اٹھایا تھا۔ کروڑوں افراد کے ووٹ سے منتخب ہونے والے صدر محمد مرسی کا تعلق "الاخوان المسلمون" نامی اسی جماعت سے تھا جسے کچلنے کے لئے نصف صدی سے زائد عرصے تک بدترین مظالم کی تاریخ رقم کی گئی تھی۔

تمام عالم اسلام اور خصوصاً عالم عرب میں اس بات پر اظہار مسرت کیا گیا کہ مصر میں 61 برس تک عسکری آمریت اور شخصی حکمرانی کے خاتمے کے بعد پہلی بار عوام کو شریک اقتدار ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ انتخابی نتائج نے واضح کردیا تھا کہ مصر کی اسلامی جماعتیں محض مسلح عسکری پریشر گروپس نہیں بلکہ وہ باقاعدہ عوام دوست اور عوامی سطح پر کافی خاصی محبوبیت رکھنے والی جماعتیں ہیں۔

تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے انتہائی اہم ملک مصر میں اسلام پسندوں کی کامیابی، موروثی، شخصی اور آمرانہ طرز حکومت کا خاتمہ اور اس کے بجائے اسلام پسند عوام دوست، عوامی مفادات کی ترجمان، پاسبان اور نگہبان طرز حکومت نہ تو امریکہ، اسرائیل اور دیگر مغربی حکومتیں چاہتی تھیں اور نہ ہی مصر میں حسنی مبارک کے حامی اور دیگر سیکولر جماعتیں۔ اسی لئے تو استعمار اور استعماری طاقتوں کی حمایت یافتہ مقامی لیڈروں نے محمد مرسی کو ایک لمحے کے لئے بھی سکون کا سانس لینے نہیں دیا، قدم قدم پر مرسی اور ان کے رفقاء کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے، ان کی راہیں مسدود کرنے کی مقدور بھر کوششیں کی گئیں اور 30 جون 2013 تک پہنچتے پہنچتے درجنوں مواقع پر پورے ملک کے امن وامان کو سبوتاژ کرنے کی انتھک کوششیں کی گئیں۔

غیر جانبدار مصری اعداد وشمار کے مطابق اس ایک سال میں حسنی مبارک کے ٹولے اور دیگر سیکولر دھڑوں سے مرکب اتحاد نے صدر مرسی کے خلاف پچاس مہمات چلائے، 5782 مظاہرے اور ہنگامے کئے، 24 ملین مارچ نکالے اور مختلف ٹریڈ یونٹوں کے ذریعے 7709 احتجاجی ریلیاں اور ہڑتالیں کروائی گئیں۔

مصر جو گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصے سے کرپٹ حکمرانوں کے نرغے میں رہا تھا اس تباہ حال ملک کو بچانے کے لئے سال تو کیا دس پر امن سال بھی ناکافی تھے۔ کجا کہ یہ ایک سال جس میں پہلے روز سے آخر تک مار دھاڑ کا بازار گرم رکھا جائے، اور پھر ناکام ہو جانے کا طعنہ دیکر مستعفی ہو جانے کا مطالبہ کیا جائے، یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے، پھر بات اس نامعقول مطالبے پر نہیں رکی بلکہ انتخابات میں شکست خوردہ پارٹیوں نے بہت جلد یہ مطالبہ پر تشدد مظاہروں میں تبدیل کیا اور دیکھتے دیکھتے بات جلاؤ گھیراؤ اور قتل وغارت تک جا پہنچی۔ مصری فوج کے سربراہ عبد الفتاح السیسی نے فسادات کو فرو کرنے کی بجائے اسے بہانہ بنا کر پہلے تو فریقین کو باہم مصالحت کرنے کی ہدایت کی جس سے اپنی غیر جانبداری کی نمائش مقصود تھی۔ اس کے بعد صدر محمد مرسی کو الٹی میٹم دیا کہ اگر وہ 48 گھنٹوں میں بلوائیوں سے مفاہمت نہیں کر لیتے تو فوج مداخلت کرتے ہوئے ریاست پر اپنا وضع کردہ لائحہ عمل نافذ کردے گی۔ 48 گھنٹے پورے ہوتے ہی وہی ہوا جس کا خدشہ تھا مصری فوج نے منتخب حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ فوج کے اس اقدام سے اس شبہ کو تقویت ملی کہ فوج درپردہ بلوائیوں کو ابھار کر ریاست میں لاقانونیت برپا کرنا چاہتی تھی تاکہ وہ اپنا کھویا ہوا ساٹھ سالہ اقتدار دوبارہ حاصل کرلے۔

امریکہ، یورپین یونین، اقوام متحدہ اور تمام عالمی برادری کے رویہ پر بھی بڑا تعجب ہے کہ جب کسی مسلمان ملک میں ان کے خود ساختہ جمہوریت کے وضع کردہ اصولوں کی مخالفت ہوتی ہے تو یہ سخت ناراض ہو کر واویلا مچاتے ہیں اور اس ملک کے خلاف بڑے سے بڑے اقدام سے بھی باز نہیں آتے لیکن جب اسلامی ممالک میں فوج کی جانب سے منتخب حکومت کا تختہ الٹ جاتا ہے تو یہ عالمی طاقتیں صرف نہیں کہ چپ سادھ لیتی ہیں بلکہ درپردہ فوجی اقدام کی حوصلہ افزائی بھی کرتی ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ صدر مرسی کو اسلام پسندی، مسلم یکجہتی، غزہ میں محصور فلسطینیوں کے ساتھ ہمدردی، مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے مقابلے میں توازن طاقت قائم کرنے کے اقدامات اور مصر کو امریکہ کا طفیلی ریاست ہونے سے نکال کر خود مختاری کی جانب گامزن کرنے کی سزا دی جارہی ہے تاکہ مصر میں طویل المدت اور نہ ختم ہونے والی خانہ جنگی شروع ہو کر شام جیسے حالات کی طرف دھکیلا جائے۔ تاہم مصر کے اسلام پسند عوام کو اس سنگین صورتحال میں صبر، تحمل اور ضبط کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور ملک کو خون خرابے، تشدد اور قتل وقتال کی بجائے ملکی اور دینی مفادات کی خاطر متحد ہو کر سازشی قوتوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

مصر اسلام پسندوں اور امن پسندوں کا ملک ہے ان انتہائی نازک حالات میں مصری عوام اپنے شائستہ، پروقار اور سنجیدہ طرز عمل سے ملک وملت کے دشمن عناصر ناکام بنا کر ملک کو خطرناک حالات سے بچانے کے لئے ٹھوس اقدامات کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین کے لیے

لائحہ

قسط نمبر 4

گذشتہ سے پیوستہ: قارئین کرام! لائحہ کے عنوان سے امارت اسلامیہ کی جانب سے مجاہدین کے لیے مرتب اصول وضوابط کا ترجمہ قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ قسط نمبر 4 ملاحظہ فرمائیں۔

۱۸۔ کوئی جاسوس سعی بالفساد کرتے ہوئے گرفتار ہو جائے یا صرف پہچان لیا جائے تو درجہ ذیل چار طریقوں سے اس کا ثبوت حتمی سمجھا جائے گا۔

پہلا طریقہ: جاسوس خود بغیر کسی اکراہ وزبردستی کے جاسوسی کا اعتراف اور اقرار کرے۔

دوسرا طریقہ: دو ایسے گواہ گواہی دیں جن کی گواہی پر قاضی کو اطمینان ہو۔

تیسرا طریقہ: وہ قرائن اور شواہد جو جاسوس ہونے کا یقین دلادیں مثلا جاسوسی کے ایسے آلات برآمد ہو جائیں جو خاص جاسوسی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اور اس طرح کے دیگر علامات۔

البتہ قرینے کی حالت معلوم کرنا ہر کسی کا کام نہیں ہوتا اس لیے عدالت موجود ہونے کی صورت میں قاضی اور موجود نہ ہونے کی صورت میں صاحب نظر، مدبر اور متدین ذمہ دار قرینے کی قوت اور ضعف کو دیکھے گا۔ اگر قرائن کمزور تھے تو تعزیر میں تخفیف کرے اور اگر قرائن مضبوط تھے تو اسی قدر سخت تعزیر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر قرائن اتنے مضبوط تھے کہ ان سے یقین ہو رہا تھا اور امام، نائب امام اور قاضی کو اس کے قتل میں کوئی مصلحت بھی نظر آرہی تھی تو اسے قتل بھی کر سکتے ہیں۔

چوتھا طریقہ: خبر عدل، عدل اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ انصاف والا ہو۔ اس میں تعصب نہ ہو۔ کبائر {بڑے گناہوں} سے خود کو بچاتا ہو اور صغائر {چھوٹے گناہوں} پر استمرار {دوام} نہ رکھے۔

۱۹۔ زبردستی یعنی مارپیٹ، خوف زدہ کرکے یا اذیتیں دیکر اعتراف لینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور نہ اس سے جرم کا ثبوت یقینی ہوتا ہے۔ اقرار لینے والا دیندار، مدبر و سمجھدار ہونا چاہیے۔ تاکہ زبردستی اقرار لینے کا راستہ روکا جائے۔ کیوں کہ شریعت میں زبردستی لیے جانے والے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔ مجاہدین اعتراف لیتے وقت قیدی سے ایسا کوئی وعدہ بھی نہ کریں جسکے پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

اسی طرح دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی صرف جاسوس ہونے کا اقرار یا گواہی کافی نہیں۔ ۱۸ ویں مادے میں مذکور چار طریقوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ انہیں کی روشنی میں ان کے بارے میں بھی کارروائی کی جائے۔

۲۰۔ اگر کسی شخص پر جاسوسی کا الزام ہو اور اس کا جرم شرعی اصولوں کی روشنی میں پورا نہ ہوتا ہو۔ مگر مجاہدین کو اس سے خطرہ ہو۔ اس کے متعلق مجاہدین میں شکوک اور شبہات ہوں۔ ضلعی سربراہ تجربہ کار اور ذی رائے لوگوں کے مشورے سے اس شخص کو جلاوطن کرکے ایسے علاقے کی طرف بھگادے جہاں اس سے خطرہ نہ ہو۔ اور یا اس سے پکی ضمانت لی جائے، پکی ضمانت کا مطلب یہ ہے کہ متعلقہ علاقے کے بااعتماد لوگ اور اس شخص کے ہمدرد اس کی ضمانت لیں۔ اور یا غیر منقولہ جائیداد ضمانت میں اس طور پر دے کہ اگر وہ پھر جاسوسی کا ارتکاب کرے اور علاقے سے فرار ہو جائے تو حاضر نہ ہونے کی صورت میں یہ جائیداد اس طرح ضبط کی جائے گی کہ وہ شخص اس سے فائدہ اٹھا نہیں سکے گا۔

۲۱۔ کوئی مجرم شرعا قتل کا مستحق ہو اور اس کے قتل کا حکم صادر ہو جائے وہ جاسوس ہو یا کوئی اور مجرم، اسے گولی مار کر ہلاک کیا جائے اور اس کی تصویر کشی یا ویڈیو بنانا ممنوع ہے۔

۲۲۔ ایک انسان کے قتل کے ساتھ بہت سے شرعی احکام کا تعلق ہوتا ہے۔ لہذا مجاہدین اگر کسی ایسے شخص کو جس کے بارے میں قتل کا فیصلہ ہو گیا ہو قتل کر دیں اور اس کے قریبی رشتہ داروں کو خبر نہ ہو تو جس طریقے سے بھی ممکن ہو اور جو طریقہ مجاہدین مناسب سمجھیں مقتول شخص کے ورثا کو تلاش کرکے اس کی موت کی تاریخ سے آگاہ کر دیں۔

جاری ہے۔۔۔۔

صدارتی محل کو ایک پیغام

لکھنے خبیر احمدم

کابل ارگ {صدارتی محل} کے بھیڑیے اور آریانا ہوٹل میں چھپے سی آئی اے کے ڈاکوؤں کا خیال تھا کہ اور چاہے جو بھی علاقے اسلام کے سر فروش فرزندوں کا نشانہ بنیں مگر ہم اور ہماری بلٹ پروف عمارتیں ان کے حملوں سے محفوظ رہیں گی کیوں کہ ان عمارتوں کی سیکیورٹی کے لیے کیے گئے انتظامات انتہائی سخت تھے۔ کابل کے اس حساس علاقے کی سیکیورٹی بھی انتہائی حساس طریقے سے کی گئی ہے۔ چاروں جانب سے قائم کی گئی چوکیوں سے مسلسل نگرانی کی جاتی ہے اور اس کے طویل راستوں پر امریکی وزراء اور جنرلوں کے علاوہ کسی کو بھی گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ان مخصوص افراد کے پاس بھی سی آئی اے کی جانب سے جاری کردہ کمپیوٹرائزڈ کارڈ کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مگر عزم اور قربانی کے لشکروں نے جارحیت کا یہ آخری محفوظ ٹھکانہ بھی اپنے ایمان کے زور پر تباہ کر دیا۔ سارے سیکیورٹی بیریئر مسخر کر کے رکھ دیے اور بالآخر اپنا حملہ کامیاب کر کے چھوڑا۔

رپورٹوں کے مطابق بھاری اسلحوں، اہم وسائل اور خاص تیکنیکوں سے مسلح چند بہادر فدائی مجاہدین صبح ساڑھے 6 بجے امریکی انٹیلیجنس ایجنسی سی آئی اے کے تیرہ سال سال سے قائم سب سے بڑے مرکز آریانا ہوٹل میں اللہ کی نصرت سے داخل ہوگئے۔ چند دھماکوں سے پہلے ہوٹل کے سارے شیشے اڑادیے اور کئی گھنٹوں تک سیاہ دھویں کے بادلوں میں اسے گھیرے رکھا۔ آپ خود یقین کریں اس حالت اور اس طرح کے حملوں میں مجاہدین نے کتنی جانی ومالی قربانی دی ہوگی۔ امارت اسلامیہ کو ثقہ رپورٹوں کی بنیاد پر معلوم ہوا ہے کہ ہوٹل میں 20 کے قریب سی آئی اے کے قاتل ایجنٹ ہلاک ہوگئے ہیں جبکہ اس سے دوگنی تعداد میں زخمی ہوگئے ہیں۔ کیوں کہ واقعے کے بعد بہت سے ایمبولینس ہیلی کاپٹر فضا میں گردش کرتے نظر آئے جو زخمی اور ہلاک ہونے والوں کو بگرام منتقل کر رہے تھے۔

اسی طرح یہ بہادر مجاہدین آگے بڑھتے رہے اور مزید دھماکے کر کے ارگ {صدارتی محل} کے شمالی حصے کے خصوصی راستے پر قائم اہم تفتیشی چیک پوسٹ تک پہنچ گئے اور چیک پوسٹ کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ معلومات کے مطابق جنگ انتہائی قریب آپہنچی تھی۔ صدارتی محل میں کرزئی اور امریکا کے نمائندہ خصوصی جیمز ڈابینز کی مشترکہ پریس کانفرنس کے لیے بلائے جانے والے صحافیوں میں سے بعض نے نام نہ ظاہر کرنے کی شرط پر امارت اسلامیہ کے خبری ذرائع کو بتایا کہ فائرنگ اتنی قریب تھی کہ ہم سمجھ رہے تھے کہ طالبان ارگ {صدارتی محل} کے اندر گھس آئے ہیں۔ اس لیے ہر ایک کوشش کر رہا تھا کہ صدارتی محل سے بھاگ جائے یا کہیں کسی درخت یا دیوار کی آڑ میں چھپ جائے۔ صحافیوں کے مطابق بعد ازاں جب فائرنگ کچھ دیر کے لے تھم گئی، گل خانی محل سے ایک شخص انتہائی گھبرایا ہوا آیا اور کہا کہ صدر محفوظ مقام پر منتقل ہوگئے ہیں۔ پریس کانفرنس موخر کر دی گئی ہے جسکا سبب صدارتی محل پر آج ہونے والا حملہ قرار دیا گیا ہے۔

کابل کے سیکیورٹی اہلکاروں نے بعد ازاں کئی گھنٹوں تک جائے وقوعہ دیکھنے کی اجازت کسی صحافی کو نہیں دی۔ بس یہی الفاظ دہراتے رہے کہ حملہ آور مارے گئے ہیں۔ اہلکاروں اور سیکیورٹی ذمہ داران کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور جنگ ختم ہوگئی ہے۔

لیکن لوگ جانتے ہیں کہ حملہ کرنے والے چھ یا آٹھ افراد تھے جن کے مقابلے میں 4 ہزار فوجی فضائی قوت اور ہر طرح کے وسائل سے پوری طرح مسلح تھے۔ مجاہدین کے ہاتھوں میں اتنا اسلحہ ہی تھا جس سے وہ دو گھنٹے تک لڑتے رہے۔ دوسری طرف ان کا ہدف یہ تھا کہ جنگ کے دوران شہادت کا جام نوش کریں گے۔ اسی لیے گئے تھے اور اسی مقصد کے لیے اتنے خطرات کا سامنا کر رہے تھے۔ اسی مقدس امید کو لے کر گئے تھے۔ اب غیر جانبدار جنگی ماہرین بتائیں کہ جنگ کون جیتا ہے 8، افراد یا 4 ہزار کی فوج۔

ایک شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق: اگرچہ حملہ آوروں کی تعداد 4 تھی مگر انہوں نے قریباً 2 گھنٹے تک آریانا ہوٹل اور صدارتی محل کے شمالی دروازے پر خاص اور مخصوص امریکی اور داخلی فوج سے دست بدست بھاری معرکہ لڑا

۔حملہ آوروں کی یہ قلیل تعداد 12 سال بعد صدارتی محل کے دروازے پر پہنچی ، جس نے صدارتی محل پر دستک دے کر یہ پیغام چھوڑا کہ وہ کتنے مضبوط اور کامیاب ہیں۔

ارگ {صدارتی محل}، آریانا ہوٹل اور وزارت کے عمارت پر مجاہدین کے حالیہ حملے اس حوالے سے انتہائی اہم اور فیصلہ کن تھے کہ جب کابل انتظامیہ اور صدارتی محل کے ارباب اختیار قطر میں امارت اسلامیہ کے پرچم اور تختی کے خلاف مسلسل مزاحمت اور گستاخی کا ارتکاب کررہے تھے۔ کابل انتظامیہ دنیا کو یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ گویا ہم امارت اسلامیہ کے نام سے کسی کو نہیں جانتے ۔کابل کے صدارتی محل پر ہونے والے حملے نے یہ بات واضح کردی کہ سفید پرچم اور امارت اسلامیہ کے نام و عنوان کو کئی لحاظ سے اہمت اور حیثیت حاصل ہے۔ ہم اگر سیاست و سفارت میں امارت اسلامیہ کا نام استعمال کرسکتے ہیں اور سفید پرچم لہراسکتے ہیں تو دوسری طرف صدارتی محل کے مضبوط حصار اور فصیلوں پر بھی چڑھائی کرسکتے ہیں۔

مبصرین کے مطابق اگراس طرح کا ایک اور حملہ افغان صدارتی محل پر ہوجائے تو اللہ کی نصرت سے بہت جلد اعلان ہوجائے گا کہ ہم سفید جھنڈے کو مانتے ہیں امارت اسلامیہ کا نام اور عنوان بھی تسلیم کرتے ہیں۔ خدارا آئندہ اس طرح کے حملے نہیں کرنا۔

یادرہے اس حملہ کرنے والے دستے میں سرفروش مجاہد حافظ شفیع اللہ بھی شامل تھا۔ جس کا تعلق افغانستان کے سب سے مشہور روحانی خاندان سے تھا۔ وہ کابل موسھی کے سہاکو اخوندزادہ شیخ الحدیث والقرآن مولانا محمد نبی جان رحمہ اللہ کے پوتے، شیخ الحدیث والقرآن مولانا عبدالقدوس جان رحمہ اللہ کے بھتیجے اور شیخ الحدیث مولانا فیض اللہ اخندزادہ صاحب کے لخت جگر تھے۔ اللہ تعالی اس خاندان کے فیوض اور برکات تاابد جاری وساری رکھے۔ اور یہ بڑی قربانی قبول فرمائے {آمین}

●●●

بقیہ از: دو روزے

اللہ تعالی فرماتا ہے اپنے رسول ﷺ سے کہ بندہ تجھ سے میرے بارے میں پوچھے تو کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں اور دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرے۔

آپ یہاں سے بڑے روزے کا خیال لے جایئے، خوش ہویئے ، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے ، یہ روزہ تو ختم ہورہا ہے اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ اورر مضان نصیب کرے مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، صحت کا اعتبار نہیں ۔ہاں وہ مسلسل اور طویل روزہ رہے گا۔ وہ روزہ مبارک ہو، اس روزہ کا خیال رکھیں، وہ روزہ نہ توڑیئے گا، وہ روزہ اگر ٹوٹا تو سب کچھ ٹوٹ گیا، سب کچھ بگڑ گیا۔ بس یہی وہ روزے ہیں۔ ایک روزہ ہے قریب المیعاد، وہ ہے رمضان کا روزہ اور دن بھر کا روزہ ہے۔ ایک روزہ وہ ہے جو زندگی کے ساتھ رہے گا اور مسلمان کے لئے جب سے وہ بالغ ہوا اس دن تک جب تک سانس اور جان میں جان ہے اور وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا اس کا بھی جب تک بدن میں اس کے جان اورروح ہے اس وقت تک باقی ہے ۔اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس روزے کو برقراررکھیں، اس روزے کی حفاظت کریں ، اور قدر کریں اوراس روزے پر جئیں اور مریں۔ رب توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

●●●

بقیہ از: قومی ملیشیا کے اہلکارمعاف نہیں کئے جائیں گے

ان میں کوئی اسلامی ہمدردی نہیں، ان کی اکثریت ہیروین، چرس اور دیگر منشیات کی عادی ہوچکی ہے جو بہت کم معاوضے میں قوم کا خون چوس رہے ہیں، وہ مختلف جرائم میں ملوث پائے جاتے ہیں، بدتمیزی، رشوت، اسمگلنگ ، دن دہاڑے چوری، سرعام لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ قبیح عمل کا ارتکاب اور گھروں کی تلاشی کے نام پر لوٹ ماران کا مشغلہ اور کام ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی علاقوں سے لوگ ان کے مظالم سے تنگ آکر نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں، جبکہ کئی علاقوں میں ستم رسیدہ لوگوں نے ان کے خلاف اسلحہ اٹھاکر مزاحمت کا اعلان کردیا، 20 مئی کو صوبہ غزنی ضلع شلگر کے کندیز علاقے میں لوگوں نے قومی ملیشیا کی چیک پوسٹوں پر دھاوا بول دیا۔ آخر کب تک مظلوم عوام ان کے مظالم سہتے رہیں گے؟ تنگ آمد بہ جنگ آمد کی صورتحال میں ضرور وہ اپنا ردعمل ظاہر کریں گے، پھر وہ ان کے غیض وغضب سے نہیں بچ سکیں گے۔

❖ ❖ ❖

امارت اسلامیہ کے اطلاعاتی کمیشن کے معاون
ماہنامہ شریعت کی ہمہ پہلو گفتگو

انٹرویو: شکور شفق

مولوی محمد سلیم صاحب قندہار کے رہائشی ہیں اور یہی ان کا اصلی وطن ہے۔ انہوں نے اپنے صوبے قندہار میں اپنے والد صاحب اور دیگر علماء کرام سے کسب فیض کیا۔ بعد ازاں وہ مزید اعلیٰ دینی علوم کے حصول کے لیے پڑوسی ملک پاکستان چلے گئے۔ جہاں انہوں نے اپنی دینی تعلیم مکمل کی۔ ان کی فراغت 1415ھ ق میں ہوئی۔ ان کی فراغت اور تحریک اسلامی طالبان کے آغاز کا سال ایک ہی تھا۔ فراغت کے ساتھ ہی وہ اسلامی تحریک کے قافلے میں شامل ہوگئے۔ کابل اور قندہار میں انہوں نے مختلف ذمہ داریاں نبھائیں اور بڑے عہدوں پر رہے۔ جارحیت پسند امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف مقدس جہاد میں شامل ہوگئے اور دیگر کئی خدمات کے ساتھ کافی عرصے سے اطلاعاتی کمیشن کے معاون کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔

سوال: شکریہ محترم مولوی صاحب سب سے پہلے اطلاعاتی کمیشن کی فعالیت اور پیش رفت پر روشنی ڈالیں؟

جواب: الحمدللہ وکفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد:

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم ، والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین. صدق اللہ العظیم.

سب سے پہلے آپ اور آپ کے توسط سے تمام قارئین کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں۔

آپ کے سوال کے بارے میں کہوں گا کہ امارت اسلامیہ کے اطلاعاتی کمیشن کے تمام فعالیتوں کے متعلق تفصیلی بیان ایک طویل بحث ہے۔ اس مختصر سی گفتگو میں تمام جزئیات کا احاطہ ممکن نہیں۔ اجمالی طور پر اگر اشارہ کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کے ثقافتی واطلاعاتی کمیشن کے مختلف شعبے کام کررہے ہیں۔ مثلا ویب سائٹ یا انٹرنیٹ کا شعبہ ، چینل ونگ ، ترجمانوں یا امارت اسلامیہ کی نشریات کا شعبہ۔ مطبوعات اور مجلات کا شعبہ ، تالیف اور ترجے کا

شعبہ ، سمعی وبصری نشریات کا شعبہ ، بذریعہ فون نشریات کا شعبہ ، ریڈیو کا شعبہ ، تاریخ کا شعبہ اور انتظامی شعبے سمیت دیگر شعبہ جات۔

مذکورہ شعبہ جات میں سے ہر شعبہ ایک مستقل ادارہ ہے جو روزانہ کی بنیاد پر ایک مستقل اور فعال کارکردگی رکھتا ہے۔ مثلا انٹرنیٹ کے شعبے کے حوالے سے گفتگو کریں امارت اسلامیہ کی ایک ویب سائٹ میں مجموعی طور پر دس ویب سائٹس بیک وقت کام کررہی ہیں۔ الامارہ پشتو، دری، اردو، عربی، انگلش، اسلام، ویڈیوز سائٹ، ترانے، الصمود اور مجلات کی سائٹ۔ یہ ویب سائٹس روزانہ اپڈیٹ کی جاتی ہیں۔ روزانہ نیا مواد تیار کیا جاتا ہے۔ مثلا پانچ زبانوں کی ویب سائٹ میں روزانہ پورے افغانستان کی جہادی خبریں نشر کی جاتی ہیں جن کی اوسط تعداد روزانہ 50 خبریں ہے۔ اس کے علاوہ اندرون ملک اور دنیا بھر کے تازہ واقعات، انٹرویوز، رپورٹیں، سیاسی اور تحقیقی مضامین، ہفتہ وار اعلامیے، پیغامات اور دیگر ادبی مواد بھی شامل اشاعت کیا جاتا ہے۔

روزانہ کی تازہ خبریں، خبروں کے حجم اور لحہ بہ لحہ اپڈیٹ کے حوالے سے گفتگو کریں تو ہم پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ الامارہ ویب سائٹ افغانستان کی سطح پر سب سے زیادہ مواد رکھنے والا وسیع ویب سائٹ ہے۔ اللہ تعالی کی نصرت سے ہمارے ساتھیوں کو یہ کامیابیاں ایسے وقت میں نصیب ہوئی ہیں جب ہمارے ساتھیوں کو ہمیشہ دشمن کے سائبر حملوں اور تخریب کاریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اور ساتھی نہایت مشکل سے اسے دشمن کی تخریب کاریوں سے بچائے رکھتے ہیں۔ دوسری ویب سائٹس کی طرح ہماری ویب سائٹ کو اگر دشمن کی سائبر تخریب کاریوں کا سامنا نہ ہوتا تو ہم اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری سائٹ دوسروں کی بنسبت سوفیصد زیادہ منظم اور ترقی یافتہ شکل میں ہوتی۔ پھر بھی الحمد للہ ہماری سائٹ تمام مشکلات کے ساتھ ساتھ ایک مثالی سائٹ ہے جو پانچ عالمی زبانوں کے شائقین کو مختلف نشریاتی مواد پیش کرتا ہے

مطبوعات کے حوالے سے بتاتا چلوں کہ امارت اسلامیہ چار زبانوں پشتو، فارسی، عربی اور اردو میں مطبوعات شائع کررہا ہے جس میں الصمود، مورچل ، سرک، شہامت اور شریعت کے نام سے پانچ مجلے شامل ہیں۔ اس کے ساتھ

ساتھ ثقافتی کمیشن نے حال میں کتابوں کی اشاعت کا فیصلہ بھی کیا۔ چند کتابیں چھپ گئی ہیں اور مزید انشاء اللہ جلد چھپ کر منظر عام پر آجائیں گی۔ شعبہ سمعی وبصری نشریات کے تحت منبع الجہاد، الامارہ اور الہجرۃ کے تین ناموں سے سٹوڈیوز کام کر رہی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک الحمد للہ کامیاب اور معیاری نشریات پیش کر رہا ہے۔ الامارہ سٹوڈیو کا 33واں جہادی ویڈیو فلم "حی علی الاعداد" ابھی حال میں مارکیٹ میں آیا۔ جسے شائقین نے بے حد سراہا ہے۔

چینل اور خبروں کے حوالے سے بھی عرض کردوں۔ ہمارے ساتھی ایک منظم اور موثر انداز میں روزانہ کی بنیاد پر افغانستان کے 34صوبوں سے خبریں جمع کرتے ہیں۔ ترجمان یہ خبریں عالمی اور ملکی ذرائع ابلاغ تک پہنچاتے ہیں اور خبر لکھنے والے ساتھی اپنی سائٹ کے ذریعے پانچ زبانوں میں لحہ بہ لحہ دنیا کو پہنچاتے ہیں۔ الحمدللہ اس حوالے سے ہماری کارکردگی اتنی تیز اور منظم ہے کہ دشمن نے کئی بار اس کا اعتراف کیا ہے کہ "تمام تر کوششوں، وسیع میڈیا اور وسائل کے باوجود ابلاغیات اور مطبوعات میں مجاہدین ہم سے ہمیشہ آگے رہے ہیں۔

ہم اسے صرف اور صرف اللہ کی نصرت اور مخلص ساتھیوں کے اخلاص اور صاف نیت کی برکت سمجھتے ہیں۔ جس نے محدود وسائل اور قوت کے ذریعے ہمیں اتنی بڑی کامیابیاں عطا فرمائی ہیں۔

سوال: آپ کو کس قدر اعتماد ہے کہ امارت اسلامیہ کا اطلاعاتی و ثقافتی سلسلہ جانب مقابل {خارجی جارحیت پسندوں یا مزدور انتظامیہ} کے مقابلے میں کتنا مضبوط اور موثر ہے؟

جواب: دشمن پر اس کا اثر اتنا زیادہ ہے کہ ہماری نشریات مفلوج کرنے کے لیے مستقل تشکیلات اور خصوصی بجٹ بروئے کار لائے جا رہے ہیں۔ دشمن کا خصوصی نیٹ ورک ہماری اطلاعاتی کمیشن کے خلاف کام کر رہا ہے۔ کبھی کبھی دشمن انتہائی ہلکے اقدامات سے بھی گریز نہیں کرتا، کبھی ہماری سائٹ مختصر مدت کے لیے بند کردی جاتی ہے، کبھی ہمارے ترجمانوں کے نمبرز سے جعلی پیغامات بھیجے جاتے ہیں۔ ہمارے ترجمانوں کے ساتھ جو صحافی رابطے میں ہیں انہیں اس بارے میں معلوم ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اصلی میسج کیا ہے اور جعلی کیا ہے۔ خیبر کے نام سے امارت اسلامیہ کی جانب سے کچھ عرصہ قبل جعلی اعلامیہ نشر کیا گیا۔ جس کی مختصر سے وقت کے اندر اندر ہمارے ترجمانوں نے تردید کردی۔ آپ کو معلوم ہے کہ دشمن ذرائع ابلاغ کو ہمارے خلاف استعمال کرنے کے لیے ہمارے ملک کے تقریبا تمام ذرائع ابلاغ کو بھرپور سپوٹ کر رہا ہے۔ ان سب کے باوجود آپ اور تمام قارئین صحافیوں سے پوچھ سکتے ہیں کہ ہر وقت ان کو گالم گلوچ اور دھمکیاں کون دیتا ہے۔ وہ بتادیں گے کہ جارحیت پسند اور ان کے کٹھ پتلی۔ ایک صحافی۔۔۔۔۔ جس کا میں یہاں نام لینا مناسب نہیں سمجھتا۔۔۔۔۔ نے ہمارے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد صاحب کو لکھا تھا" کابل انتظامیہ بہت سی جھوٹی خبریں مجھے دیتی ہے اور کہتی ہے یہ نشر کردو، کبھی کہا جاتا ہے یہ {یچی} خبر نشر نہ کرو"۔ بی بی سی کے ایک صحافی سے قاری یوسف احمدی نے ایک دن پوچھا" آپ ہم سے سوتیلی ماں کا سا سلوک کیوں کرتے ہیں، ہماری خبریں کیوں نشر نہیں کرتے"۔ مذکورہ صحافی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ مگر ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

مگر ان تمام کامیابیوں کے باوصف کمیشن کی قیادت اس کوشش میں ہے کہ ہمارا ابلاغیاتی جہاد اور بھی وسیع اور موثر ہو جائے۔ اسی مقصد کے لیے وقت فوقتا مشاورتی اجتماعات بلائے جاتے ہیں۔ سالانہ اور ماہانہ مجلسیں ہوتی ہیں۔ 2012ء کے سالانہ مشورے میں ہم نے جو60 نکاتی پروگرام ترتیب دیا تھا وہ الحمدللہ کامیابی سے ہمکنار ہوگیا۔ اور اس کا الحمدللہ بہت اچھا نتیجہ نکلا۔ اس سال بہار میں بھی ایسی ہی ایک عمومی مشاورتی مجلس کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں ساتھیوں کے آراء کی روشنی میں 43 نکات پر اتفاق کیا گیا۔ جو انشاء اللہ قدم بقدم عمل میں لائے جائیں گے۔

سوال: آج کی ترقی یافتہ دنیا میں میڈیا اور ثقافتی بنیادیں ریاست کے چوتھے ستون کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ اور آج کل ہر حکومت تمام شعبوں سے زیادہ میڈیا پر توجہ دیتی ہے۔ امارت اسلامیہ ذرائع ابلاغ کی اہمیت کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

جواب: امارت اسلامیہ سمجھتی ہے کہ آج کی دنیا میں مطبوعات اور میڈیا جنگ کا ایک اہم ترین ہتھیار ہے۔ اللہ تعالی امارت اسلامیہ کی قیادت کو اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے اطلاعاتی وثقافتی جہاد کو توسیع دینے پر خصوصی توجہ دی۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں، ہم نے جو مانگا انہوں نے اپنے ظرف کے مطابق دینے سے دریغ نہیں کیا۔ دیگر شعبہ جات کے ذمہ داران کو بھی بار بار ہدایات دیں کہ ہم سے مکمل تعاون کریں اور انہوں ہم سے تعاون کیا بھی ہے۔ بلکہ یوں کہوں تو بھی غلط نہ ہو گا کہ عسکری امور کو ہماری قیادت جتنی اہمیت دیتی ہے ہمارے ثقافتی شعبے کو بھی اتنی ہی اہمیت دیتی ہے۔

سوال: عالمی جارحیت پسند اور ان کی غلام انتظامیہ بار بار کہتی ہے کہ ہم پریس کی آزادی کے قائل ہیں اور بظاہر یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم اظہار رائے کی آزادی پر یقین رکھتے ہیں۔ مگر عملا ہم دیکھتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کے اطلاعاتی کارکن دشمن کے نشانے پر ہوتے ہیں۔ ان کے نشریاتی ذرائع بھی دشمن کے حملوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں دشمن قلمی مجاہدین کی نشریاتی کوششوں کے خلاف اتنے سخت اور پراشتعال اقدامات کیوں کرتا ہے؟

جواب: ہاں! یہ لوگ چاہتے ہیں اپنی ناکامی اور مجاہدین کی کامیابیاں چھپائے رکھیں۔ مگر ان کے عوام کو افغانستان کی حقیقی صورتحال معلوم ہوگئی۔ اور جو نقصانات ان کے فوجیوں کو اٹھانے پڑ رہے ہیں ان کا علم ہوگیا ہے۔ یہ سب کچھ ان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اب ان کے عوام کو پتہ چل گیا ہے کہ ہماری افواج کو افغانستان میں یقینی شکست کا سامنا ہے۔ یہ ہماری ذرائع ابلاغ کی برکت ہے جو ان کے لیے قابل قبول نہیں۔ انہوں نے ہمارے بہت سے کارکن گرفتار کیے ہیں۔ اب دشمن نے آزاد ذرائع ابلاغ پر اس قدر پابندیاں عائد کی ہیں کہ ہر ایسی چیز جس سے مجاہدین کی کامیابی کا تاثر ملے خارجی قوتوں اور ان کی غلام انتظامیہ کی اجازت کے بغیر شائع نہیں ہوتی۔ ایسی چیزیں اگر شائع ہوجائیں تو فوراہی دھمکیاں ملنی شروع ہوجاتی ہیں۔ مقامی صحافی کبھی کبھی ہمارے نمائندوں سے دل کی بات کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کوئی آزادی حاصل نہیں۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ میڈیا کے افراد کو تحفظ دیا جاتا ہے تو یہ تحفظ بھی صرف انہیں حاصل ہے جو ان کی مفادات کے لیے کام کریں۔ حریت پسند نوجوانوں کو یہ تحفظ ہر گز نہیں دیا جاتا۔ ہمارے اطلاعاتی کمیشن نے اس سلسلے میں بہت سی قربانیاں دی ہیں اور اب بھی قربانیاں دینے کو تیار ہیں۔ ایک واقعہ مجھے یاد آیا۔ ہمارے اطلاعاتی کمیشن کے ایک بڑے ساتھی کو امریکیوں نے ایک چھاپے میں گرفتار کیا کافی عرصے تک ان کی قید میں رہے پھر الحمدللہ آزاد ہوگئے۔ اس نے بتایا کہ امریکیوں نے دوسری باتوں کے ساتھ مجھے یہ بھی کہا "تم ہمارے لیے دوسرے ہر مجاہد سے زیادہ نقصان دہ ہو۔ وہ اس لیے کہ جب ہمارا ٹینک یا ہیلی کاپٹر تباہ ہوجاتا ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ جانی ومالی نقصان کی یہ خبر ہمارے ملک تک پہنچ جائے۔ مگر تم لوگ ہمارے عوام کو اس کی خبر پہنچادیتے ہو۔ جس سے وہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوجاتے ہیں اور ہماری جنگ کی مخالفت شروع کردیتے ہیں۔

سوال: امارت اسلامیہ کے ایک بلند رتبہ عہدیدار کی حیثیت سے آپ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مبارک نام سے شروع ہونے والے بہار آپریشن کو کیسا دیکھ رہے ہیں؟

جواب: ان شاء اللہ کامیاب وکامران ہوگا۔ ایک تو خود اس نام میں کامیابی اور دشمن پر رعب کا راز مضمر ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو اللہ کی تلوار کہا ہے۔ اللہ کی تلوار سے جنگ کافروں کے بس میں نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جارحیت پسندوں کے خلاف تقریباً گیارہ سالہ جہاد نے ثابت کردیا کہ ہر سال ہمارے نئے آپریشن گذشتہ سال کی بنسبت زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ یہ ایک واضح سی بات ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ دشمن فرار ہونے کو ہے۔ شکست کھا کر بھاگنے والوں کا کوئی مورال نہیں ہوتا۔ جبکہ ہمارے مجاہدین کا مورال الحمدللہ بہت بلند ہے۔ ابھی حال ہی میں ملک کے مختلف حصوں میں خالد بن ولید کے نام سے شروع ہونے والے نئے آپریشن کی تاثیر اور دشمن پر رعب کے علامات بہت واضح نظر آنے لگے ہیں۔ مجاہدین انتہائی بہادری سے دشمن پر حملے کررہے ہیں۔ مستقبل میں اس سے بھی بڑی فتوحات آپ دیکھیں گے۔ ان شاءاللہ۔

سوال: ناٹو کے رکن ممالک کا کہنا ہے کہ 2014 کے بعد ایک بھی بیرونی فوجی افغانستان میں لڑنے والے فوجی کی حیثیت سے نہیں رہے گا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کیا ایسا ہی ہوگا۔

جواب: ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ بیرونی افواج سب سمٹ کر بھاگ چلے جائیں گے۔ کیوں کہ ان کے خلاف جاری مقدس جہاد اور مزاحمت اس قدر شدید ہے جس نے انہیں شکست پر مجبور کردیا ہے۔ اب ان میں مزید آمنے سامنے جنگ لڑنے اور مزید جنگ کے اخراجات اٹھانے کی ہمت نہیں۔ جہاں تک ہمارا اندازہ تو وہ یہی ہے۔ دوسری طرف دشمن کی خواہش ہے کہ ایسا راستہ تلاش کیا جائے جہاں اس کی شکست بھی خفیہ رہے اور اپنے مقاصد میں بھی انہیں کسی حد تک کامیابی حاصل ہوجائے۔ کیوں کہ انہوں نے بہت زیادہ مالی اور جانی نقصانات اٹھائے ہیں۔ امارت اسلامیہ کو دشمن کی تمام کوششوں اور سازشوں کا ادراک ہے۔ ہم دشمن کو ایسے اقدامات اٹھانے نہیں دیں گے جسے وہ اپنی فتح سے تعبیر کریں۔ اربکیوں کے نام جو نیا وحشی نیٹ ورک بنایا گیا ہے ہماری سردردی کا باعث بننے کی بجائے انہوں نے افغان عوام کو داخلی وخارجی فوجیوں کا اصل چہرہ اور بھی واضح دکھادیا ہے۔ عوام اور بھی ان سے نفرت کرنے لگے ہیں اور مجاہدین کی حمایت میں اور بھی جان ومال کی قربانی دینے لگے ہیں۔

توقع تو یہی ہے کہ جارحیت پسند اور ان کے اندرونی ساتھ سوویت یونین اور اس کے کٹھ پتلیوں کی طرح بھاگنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ ہمارے پاس وقت، عزم، حوصلہ، شوق شہادت اور جہاد کا بلند حوصلہ ہے۔ ان کے پاس اب کچھ بھی نہیں بچا، ایک عجیب بات بتاوں جس کے سچے ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ایک امریکی جنرل نے قندہار ہوائی اڈے میں کسی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: افغانستان میں کرزئی کی حکومت اس بچے کی طرح ہے جو خود کھڑا نہ ہوسکتا ہو اور دوسروں نے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا ہو۔ اب آپ خود ہی بتائیں کوئی اور کب تک اس کے کندھوں کو سہارا دے کر کھڑا رکھے گا۔

سوال: 10 مئی 2013 کو کابل کی بے اختیار انتظامیہ کے سربراہ حامد کرزئی

نے ذرائع ابلاغ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا امریکا ان سے افغانستان میں 9 فوجی اڈے مانگ رہا ہے۔ ایک میڈیا پرسن اور سفارت کار کی حیثیت سے آپ کرزئی کی اس وضاحت کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: جارحیت پسند امریکی اور ان کے اتحادیوں کی تو یہ خواہش تھی کہ طویل عرصے تک اپنے اہداف کے حصول کے لیے رہ جائیں۔ ان کے کٹھ پتلیوں کی بھی یہ خواہش ہے۔ لیکن جب تک مجاہدین اپنے موقف پر قائم ہیں اور دشمن کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیتے کبھی بھی ان کی یہ خواہشیں پوری نہ ہوں گی۔ دشمن یہ نہ سمجھے ہم اڈوں میں محفوظ رہ جائیں گے اور مجاہدین ہمیں کچھ بھی نہیں کہہ سکیں گے۔ ہم نے یہ پختہ ارادہ کیا ہے کہ اللہ کی مدد سے ان کے یہ منصوبے ناکام بنائیں گے۔ ہلمند ضلع موسیٰ کلا میں 13 مئی کو خارجی فوجیوں کے اڈے پر جو کامیاب حملہ ہوا ان حملوں کے ماسٹر مائنڈ کے بقول 100 کے لگ بھگ فوجی ہلاک یا زخمی ہوگئے۔ ہمارا یہ عزم بہت پختہ اور واضح ہے۔ کرزئی کی ساری باتیں اب ایسی کہ کسی کو اس پر یقین نہیں آتا۔ کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ۔

امریکی افغانستان میں جو کچھ بھی کرنا چاہیں کرزئی کی حکومت کبھی بھی ان کا راستہ نہیں روک سکتی۔ کیوں کہ کرزئی اور اس کا گروپ سب وہ لوگ ہیں جنھیں امریکیوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے بٹھا رکھا ہے۔ مثال کے طور پر کرزئی نے کچھ عرصہ قبل بگرام ائیر بیس افغان نیشنل آرمی کے حوالے کرنے کے بارے میں انتہائی شد و مد سے پروپیگنڈا کیا۔ اور پھر اعلان بھی کر دیا کہ یہ جیل افغانوں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ہم نے بھی یہی سوچا تھا کہ حوالے کیا جا چکا ہوگا۔ مگر پھر کچھ عرصے کے بعد کچھ قیدی وہاں سے رہا ہوئے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ جیل اب کن کے کنٹرول میں ہے؟ انہوں نے بتایا: "اب بھی سارے اختیارات امریکیوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ بس یہ فرق پڑا ہے کہ غذائی مواد پہلے امریکی لا کر ہمیں دیتے تھے اب افغانی فوجی لا کر دیتے ہیں۔ باقی ہماری رہائی اور قیدی رکھنے کا اختیار سب امریکیوں کے پاس تھا"۔ تو بات یہ ہے کہ عوام میں کرزئی کی اب کوئی حیثیت نہیں رہی۔ سب اسے ایک کٹھ پتلی ہی سمجھتے ہیں۔ اور کسی دن افغان عوام ضرور بضرور کرزئی سے اس ظلم کا حساب لیں گے کہ اس نے اور اس کے گروپ نے اپنے ملک و عوام کا اختیار غیروں کو کیوں دے رکھا ہے کہ وہ جب بھی چاہیں جو بھی چاہیں کرتے رہیں۔

سوال: قطر میں موجود امارت اسلامیہ کے سفارت کاروں نے اب تک کوئی کامیابی حاصل کی ہے؟ آپ اس حوالے سے کیا کہیں گے۔

جواب: جی ہاں! قطر میں موجود امارت اسلامیہ کے نمائندوں نے بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اب اور بھی حاصل ہوں گی۔ پہلی بات تو یہ کہ دشمن پہلے اس بات کا پروپیگنڈا بہت زیادہ کرتا تھا کہ مجاہدین مزاحمت کے میدان میں صرف اور صرف عسکری جنگ ہی لڑنا جانتے ہیں۔ دیگر ذرائع سے اہداف کا حصول ان کی ترجیحات میں شامل نہیں۔ دفتر کھولنے کے بعد سب سے پہلے یہ بات زیر بحث آئی کہ امریکا سے سب سے پہلے قیدیوں کے معاملے پر بات چیت ہونی چاہیے۔ اور اس طرح کی کچھ دیگر باتیں تھیں جن میں مجاہدین کو کامیابی حاصل ہوگئی۔ دشمن جب اپنی بات پر قائم نہ رہا۔ بایں طور کہ پہلے دشمن نے یہ ضمانت دی تھی کہ قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ مگر بعد میں خود پیچھے ہٹ گئے۔ امارت اسلامیہ نے انتہائی مضبوط موقف کی بنیاد پر مذاکرات کا سلسلہ روکا ہوا ہے۔

دوسرا دفتر کھولنے کے بعد دیگر ممالک کے نمائندے انتہائی آسانی سے ہم سے رابطہ کر سکیں گے۔ ہمارے نمائندے بھی آسانی سے دیگر ممالک کے نمائندوں سے رابطے کر سکیں گے۔ امارت اسلامیہ کے مطالبات اور اہداف ان کے سامنے رکھ سکیں گے۔ تیسری بات یہ کہ اس دفتر کے توسط سے ہمارے نمائندوں نے مختلف ممالک کے دورے بھی کیے اور مختلف پروگراموں میں شرکت بھی کی۔ سٹیج پر بیٹھ کر امارت اسلامیہ کے موقف سے دنیا والوں کو آگاہ کیا۔ ایک اور بات یہ کہ اس دفتر کے ذریعے جعل سازوں کا راستہ بھی بند کر دیا۔ امارت اسلامیہ کے نام سے جعلی نمائندے بن جاتے اور پروٹوکول اور مختلف امتیازی حقوق حاصل کرتے۔ یا کچھ ایسی باتیں امارت اسلامیہ سے منسوب کی جاتیں جو امارت اسلامیہ کی پالیسی نہیں ہوتی۔ اسی طرح کچھ اور کامیابیاں ہیں جن کا یہاں ذکر مناسب نہیں سمجھتا۔

سوال: اسلام اور ملک کے دشمن پشتون اور فارسی بولنے والوں کے نام پر کبھی کبھی تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ افغان عوام متحد نہ رہ سکیں۔ اور یہ اختلاف اور تفرقہ {خدا نہ کرے} یہ لوگ امارت اسلامیہ کی صفوں میں بھی بھرنا چاہتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی صفوں میں آپ نے کسی قوم، لسان یا کسی اور حوالے سے اختلافات یا تفرقہ پرستی دیکھی ہے؟

جواب: الحمد للہ امارت اسلامیہ کی صف میں آغاز سے اب تک قوم، زبان یا سمت کی بنیاد پر کسی قسم کا اختلاف موجود نہیں۔ یہ ایک روشن اسلامی تحریک ہے۔ اسلام میں ان چیزوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ یہاں اسلام، تقویٰ، اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کی مخلوق سے وفاداری سب سے مقدم ہے۔ جو پروپیگنڈا دشمن کر رہا ہے دشمن چاہتا ہے اس کے ذریعے افغان عوام میں اختلاف ڈال کر انہیں تقسیم کر دے کیوں کہ غیور افغان عوام کی وجہ سے ہی مجاہدین کی صفیں مضبوط ہیں۔

اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ بدخشان، تخار، جوزجان، بامیان، فاریاب، مشرقی اور جنوبی صوبے ان تمام علاقوں میں دشمن کے خلاف ایک پرچم اور ایک کمان کی ماتحتی میں جہادی سلسلہ جاری ہے۔ یہ سب اتحاد اور اس مبارک صف میں عدم تفرقہ بازی کی برکت ہے۔ دشمن حیران ہے کہ بادغیس میں اگر کوئی کارروائی ہوتی ہے تو وہ بھی امارت اسلامیہ کے مجاہدین کرتے ہیں۔ اور اگر کنڑ اور نورستان میں ہوتی ہیں تو وہ بھی مجاہدین کررہے ہیں۔ پکتیا، خوست، غزنی قندہار، زابل، ہلمند، اروزگان، نیمروز، فراہ اور پورے شمالی علاقوں میں ہر جگہ ہونے والی کارروائی امارت اسلامیہ کے مجاہدین کررہے ہیں۔ یہ سب امارت اسلامیہ کی اجتماعیت اور قوت کو ثابت کرتی ہے۔ جس سے دشمن سخت گھبراہٹ کا شکار ہے۔ اس لیے امارت اسلامیہ کی صفوں میں اختلاف ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں مگر انہیں کامیابی نہیں ہوگی انشاء اللہ۔

سوال: کچھ عرصہ قبل عالمی ذرائع ابلاغ نے خبر دی تھی کہ برطانوی سفارت کار ایک منصوبے پر کام کررہے ہیں کہ افغانستان کی مرکزی حکومت کی بجائے اسے مختلف سمتوں میں تقسیم کردیا جائے۔ وفاقی طرز حکومت تشکیل دیں جہاں ہر صوبہ مرکز سے آزاد ہوگا۔ اور پڑوسیوں کے ساتھ اپنے معاملات خود طے کرے گا۔ خدانہ کرے جارحیت پسند انگریز ملک کی اس طرح کی تقسیم کا فارمولہ پیش کردیں تو امارت اسلامیہ کے رد عمل کے حوالے سے آپ کے خیالات کیا ہوں گے۔

جواب: امارت اسلامیہ ان تمام سازشوں کی راستہ روکے گی جو افغانستان کی وحدت اور زمینی وجود کو نقصان پہنچائیں۔ امارت اسلامیہ کے رہبر امیر المومنین نے اپنے پیغامات میں یہ بات انتہائی واضح طور پر کی کہ ہم کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ افغانستان کے حصے بخرے کرنے کا سوچے۔ چاہے جس عنوان سے بھی ہو۔ یہ ہمارا موقف ہے۔ طالبان تحریک کے آغاز سے قبل افغانستان عملی طور پر اسی طرح تقسیم ہوچکا تھا۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دشمن کے یہ تمام منصوبے ناکام بنادیے اور تقریباً پورے افغانستان کو ایک قیادت کی حاکیت میں دیدیا۔ افغانستان کے مسلمان عوام مطمئن رہیں ہم کسی کو بھی ایسا کرنے نہیں دیں گے کہ وہ غیروں کے مفادات کی خاطر اپنے ملک کے ٹکڑے کرڈالے۔

سوال: اطلاعاتی وثقافتی کمیشن کے معاون کی حیثیت سے ہمارے ماہانہ مجلے کے تمام شمارے پے درپے آپ کی نظر سے گذرتے ہوں گے۔ نئی جدت کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں اور کیا کمیشن کی جانب سے شائع ہونے والے دیگر رسائل کی طرح ہمارے مجلے کی بھی اہمیت یوں ہی ہے؟

جواب: میں کیا کہہ سکتا ہوں اگر تعریف کروں تو یہ اپنے ادارے کی تعریف ہوجائے گی۔ بہتر تو یہی ہے کہ اس حوالے سے کمیشن سے باہر کے ساتھی اور قارئین فیصلہ دیدیں۔ ہاں اتنا کہوں گا کہ اس رسالے نے امریکیوں، ان کے اتحادیوں اور کٹھ پتلیوں کے خلاف افغان عوام کے جہاد، قربانیوں اور دشمن کو پہنچائے جانے والے ہلاکت خیز نقصانات کے متعلق بہت سے حقائق اور تاریخی کارنامے قارئین تک پہنچائے ہیں۔ صرف پہنچائے نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ بھی کردیے ہیں۔ مظلوم عوام کے حق میں آواز اٹھائی ہے اور دشمن کے ظلم ووحشت کو آشکارا کیا ہے۔ یہ ایک ایسا کارنامہ جس کی مثال ناممکن ہے۔ روزانہ، مہینہ اور سال بھر کے تمام واقعات کو جمع کیا ہے۔ تاریخ اور دن بھی واضح کیا گیا ہے۔ دشمن کو پہنچنے والے نقصانات بھی اپنے قارئین تک پہنچائے ہیں۔ جو مضامین اور تبصرے رسالے میں شائع کیے جاتے ہیں یہ سب وہی خبریں ہیں جس سے محاذوں کے مورچے گرم ہیں۔ رسالے کے ذمہ داران اور کارکنوں کی سعی اللہ قبول فرمائے۔

سوال: ثقافتی کمیشن کے نمائندے کی حیثیت سے ثقافتی کمیشن کے مجاہدین، افغان مسلمان عوام اور امت مسلمہ کو کیا پیغام دیں گے۔

جواب: میرا پیغام یہی ہے ثقافتی کمیشن کے مجاہدین کے لیے کہ جہاد اور خدمت کا میدان آپ کے لیے ہموار ہے۔ امید ہے اس میدان میں آپ اور بھی ہمارا تعاون کریں گے۔ اور اپنی شرعی ذمہ داری اداکریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے (جاھدوا المشرکین باموالکم وأنفسکم وألسنتکم)[رواہ أحمد وأبو داود]۔ ہم ان تمام قلم کاروں کا شکریہ اداکرتے ہیں جو اس شعبے میں ہمارا تعاون کررہے ہیں۔ واقعتاً ہمارے ساتھیوں نے انتہائی مشکل حالات میں اطلاعاتی جہاد کا محاذ گرم رکھا۔ پھر بھی اگر ہمارے کاموں میں کوئی ادھوراپن نظر آرہا ہے تو وقتاً فوقتاً اس بارے میں ہمیں مطلع کرتے رہا کریں۔ اور یا کوئی مشورہ ہو تو وہ ہمیں بھیج دیں۔ اب تو رابطے کے راستے انتہائی آسان ہوگئے ہیں افغانستان کے مسلمان عوام اور دنیا بھر کے تمام مسلمانوں سے ہماری درخواست ہے کہ مجاہدین سے ہر طرح کا تعاون کریں، خود کو بھی جہاد کی خدمت کا ذمہ دار سمجھیں۔ اسلام سب کا مشترکہ دین ہے اس کی حفاظت اور دفاع سب کی ذمہ داری ہے۔ مسلمان اگر ایک دوسرے کی مدد کریں اور آپس میں متحد ہوجائیں تو دشمنان اسلام کو کبھی بھی یہ ہمت نہ ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے حرم پر تجاوز کریں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔

❖ ❖ ❖

امریکی فوجی کی ٹانگ

لطیف اللہ ۔ ع

ملک کے دیگر خطوں کی طرح لوگر بھی ایک صوبہ ہے جہاں گذشتہ تیرہ سالوں میں بہت سے خارجی اور داخلی فوجیوں کی کھوپڑیاں رزق خاک ہوگئیں ۔ سینکڑوں ٹینک اور دیگر جنگی ذرائع نقل وحمل ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ۔ اور درجنوں ہیلی کاپٹر مجاہدین کی جانب سے گرادیے گئے۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ لوگر کا 90 فیصد علاقہ مجاہدین کے قبضے میں ہے ۔ جہاں امارت اسلامیہ کے لائحہ جات اور فرامین نافذ العمل ہیں ۔ قضا سمیت امارت اسلامیہ کے مختلف ادارے پوری طرح فعال ہیں ۔ مجاہدین کے اعلانیہ جلسے اور عوام سے نشست وبرخاست ہوتی رہتی ہے ۔ میرے لیے زیادہ باعث حیرت ومسرت یہ ہے کہ جب خارجی یا داخلی فوجیوں کے ہاتھوں کسی مجاہد کی شہادت ہوتی ہے تو لوگوں میں ایک جہادی اور انتقامی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے ۔ اپنا سارا کام وروزگار چھوڑ کر شہید کے جنازے میں شرکت کے لیے دوڑے چلے آتے ہیں ۔ جب شہید کا جنازہ اٹھتا ہے تو خواتین نمناک آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھنے کے لیے گھروں کی چھتوں پر آجاتی ہیں ۔ آنسوؤں کی برسات میں شہید کو دعائیں اور شہادت کی مبارکباد دیتی ہیں۔

نوجوان جن میں تعلیم یافتہ اور عصری علوم کے طلبہ بھی شامل ہیں جب شہید کے جنازے کے اعزازی مراسم اور سرخ خون سے معطر گلگوں کفن کا مشاہدہ کرتے ہیں، لوگوں کے ہجوم اور تکبیر کے نعروں کا نظارہ کرتے ہیں تو ہر نوجوان شہداء کے ارمانوں کی تکمیل کا پکا عہد کرتا ہے اور یہ عزم کرتا ہے کہ پیارے شہید! میں تیرے ہی راستے پر چلوں گا اور جارحیت پسندوں سے تمھارے خون کا انتقام ضرور لوں گا۔

عوام کی جہاد اور مجاہدین سے یہی محبت، اخلاص اور دل کی گہرائیوں سے محبت ہے کہ ایک شہید کے جنازے میں اس کے درجنوں ہم عمر جہاد اور قربانی کو تیار ہوجاتے ہیں اور مجاہدین کے گروپوں اور محاذوں تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں

۔مجھے معلوم ہے دینی علوم کے طلبہ کے ساتھ عصری علوم کے طلبہ کتنی بڑی تعداد میں مجاہدین کے ساتھ ہیں یا اتنی واضح اور علانیہ محبت رکھتے ہیں کہ ان کے موبائلوں میں مجاہدین کے ترانے اور ویڈیوز بھری ہوتی ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ گانے اور دیگر فحش چیزیں دیکھیں وہ جہادی مناظر دیکھتے اور پسند کرتے ہیں۔

ایک مجاہد بھائی نے بتایا کہ صوبہ کے مرکز کے مضافات میں غدر کیمپ کے قریب "حامد کرزئی" نامی ایک سکول کے غالبا دسویں جماعت کا ایک طالب علم جس کا نام ناظر تھا۔ اس کے پاس ایک پرانی سائیکل تھی۔ جسمانی لحاظ سے بھی وہ انتہائی لاغر سا تھا۔ پڑھائی کے اوقات میں جاتے ہوئے وہ ہمیشہ کیمپ کے عمومی بڑے گیٹ کے سامنے سے گزرتا اور تاک میں بیٹھ کر یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ ٹینکوں کی قطار کا رخ کس طرف ہے ۔ جب اسے معلوم ہوتا کہ ٹینکوں کی قطار اس کی رینج میں ہے وہ تیزی سے پرانی سائیکل پر بیٹھ کر انتہائی سرعت سے مقررہ جگہ پر پہنچتا جو اسنے دور سے اپنے بارود سرنگ کے لیے مقرر کردیا ہوتا۔ وہاں پہنچ کر انتہائی کم وقت میں بارودی سرنگ مقررہ جگہ پر نصب کرکے اپنی سائکل پر واپسی کی راہ لیتا۔ باہر آکر وہ دھماکے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا سرور حاصل کرنے کے لیے کچھ فاصلے پر ریموٹ ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاتا اور پھر کچھ دیر بعد ٹینکوں کی قطار میں دھماکہ ہوجاتا۔ پھر اللہ کی راہ کا یہ بے ریا مجاہد انتہائی خاموشی سے اپنے سکول پہنچ کر پڑھائی میں مصروف ہوجاتا۔ غازی ناظر نے ایسا ایک مرتبہ نہیں کیا بلکہ راہ خدا کے اس مجاہد اور چند دیگر مخصوص مجاہد جوانوں نے جارحیت پسندوں کے درجنوں ٹینک اس طرح کے حملوں میں تباہ کردیے۔ بالاخر اسلام کا یہ خاموش مجاہد چندماہ قبل شہادت سے سرفراز ہوگیا۔ ان کی شہادت کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب وہ بارودی سرنگ نصب کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی نظروں میں آگئے ۔ ان کے ہمراہ معروف مجاہد ملاخوانی بھی تھے ۔ ملاخوانی زخمی حالت میں امریکیوں کے ہاتھ آگئے ۔ امریکیوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے ہمارے درجنوں ٹینک تباہ کردیے ہیں اور جو ان کو انتہائی مطلوب ہے تو انہوں نے ہسپتال میں برچھے مار مار کر انتہائی وحشیانہ انداز میں انہیں شہید کردیا۔ یہ

ہمارے نوجوان مجاہد سپوتوں کی شجاعت اور بہادری کا ایک نمونہ تھا۔ بتانے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے نوجوان مجاہدین کتنے مصمم اور پاکیزہ ارادوں کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔

اسی طرح رواں جہاد میں باعفت مجاہد خواتین کا حصہ بلکل مجاہدین سے کم نہیں۔ یہ خواتین اگرچہ مجاہدین کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں، انہیں کھانا بنا کر دیتی اوران کے کپڑے دھوتی ہیں علاوہ ازیں اکثر مجاہدین کا کہنا ہے جب وہ کارروائی سے تھکے ماندے واپس لوٹتے ہیں جب بھی ہم نے کسی عام مخلص مسلمان کے گھر پر دستک دی ہے اور حالات کی خرابی کے باعث دروازے کے پیچھے کوئی خاتون کھڑی ہو کر پوچھتی ہے اور ہم کہتے ہیں "طالبان" تو کبھی بھی وہاں سے منفی جواب نہیں ملا۔بلکہ کہا جاتا ہے ٹھیک ہے میں گھر کے مردوں کو بلاتی ہوں وہ آکر دروازہ کھولیں گے۔

مجاہدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ کئی مرتبہ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ صبح تک ان مجاہدہ ماوں نے گھروں کے چھتوں پر پہرہ دیا کہ کہیں اچانک چھاپہ پڑجائے اور مجاہدین زندہ ان کے ہاتھوں میں چلے جائیں۔

ایک مجاہد نے اپناواقعہ بیان کیا کہ گذشتہ سال لوگر کے مرکزی علاقے "عیسی خیلو خوڑ" میں امریکی کانوائے پر حملے اور ان کو بھاری نقصان پہنچانے کے بعد فضا میں ہیلی کاپٹر اور زمین پر درجنوں امریکی فوجی پیدل ہمارے تلاش میں لگ گئے۔ مجاہدین پناہ لینے قریبی گاوں چلے گئے۔میرے پاس ایک مشین گن تھی جی نہیں چاہتا تھا کہ میں اسے فصلوں میں پھینک دوں اور امریکی اسے اٹھا کرلے جائیں دوسری طرف اسے ہاتھ میں لے کر گھومنا خطرناک بھی تھا اس کا وزن بھی کافی زیادہ تھا۔ اوپر سے ہیلی کاپٹروں نے بھی خطرناک بمباری شروع کرر کھی تھی۔ اچانک ایک گھر کے سامنے ایک باحیا مجاہد بہن نظر آئی۔ میری گھبراہٹ دیکھ کر اس نے پوچھا طالب ہو؟ میں کہاں ہاں طالب ہوں امریکی فوج میرے پیچھے ہے کیا کروں؟ غیرت مند بہن نے کہا اپنا اسلحہ مجھے دے دو تاکہ اسلحہ سمیت گرفتار نہ ہوجاو باقی اللہ تمھاری حفاظت فرمائے۔ میں نے مشین گن زمین پر رکھ دی۔ بہن اپنی چادر میں مشین گن لپیٹ کر دوڑتی ہوئی گھر چلی گئی۔یہی وجہ تھی میں گاوں سے بحفاظت نکل آیا۔اس غیور بہن کی وجہ سے اللہ تعالی نے مجھے جارحیت پسندوں سے نجات دلادی اور مجھے زندگی عطا کردی۔

مجاہد نے کہا اس وقت میں نے سوچا ہماری بہنیں جہاد اور فداکاری کے جذبات اور احساسات سے کس قدر مالا مال ہیں۔ وہ دیکھ رہی ہے کہ امریکی فوجی مجاہدین کے درپے ہیں۔ فضا سے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے مسلسل نگرانی بھی کی جارہی ہے اس کے باوجود اتنا بڑا رسک لے رہی ہے۔اور ایسے مشکل حالات میں بھی مجاہدین کے اسلحے کی حفاظت کررہی ہے۔

گرامی قدر قارئین! ہمارے عوام، نوجوان، ہماری مائیں بہنیں طالب، دین اور جہاد کے ساتھ کتنی محبت اور خلوص کا جذبہ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں توفیق دے کہ اس غیور عوام کو اتنی ہی قدر اور عزت دے سکیں اور انہیں مایوس نہ کریں۔ ان سے مشورے کریں اور ان کی زخموں پر مرحم رکھیں۔

اصل موضوع کی طرف آتے ہیں گذشتہ ماہ لوگر کے مرکز میں ایک پہاڑی کے سرے پر بنے ایک مورچے کی طرف امریکی فوجی چڑھ رہے تھے کہ مجاہدین کے نصب کیے ہوئے ایک بم کا نشانہ بن گئے۔ جس میں دس کے قریب فوجی ہلاک وزخمی ہوگئے۔ یہ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ کئی امریکی فوجیوں کے جسم کے ٹکڑے پہاڑی کے آس پاس واقع انگور کے باغات میں پڑے ہوئے ملے۔ ان اعضاء میں سے ایک امریکی فوجی کی ایک سالم ٹانگ بھی تھی۔ گاوں کے بچوں نے وہ ٹانگ اٹھا کر مجاہدین کے حوالے کردی۔ مجاہدین نے وہ خبیث ٹانگ خواب شانہ گاوں کی جامع مسجد کے سامنے درخت سے لٹکادی۔ واقعے کے اگلے روز صوبے کے گورنر نے خواب شانہ گاوں کے بوڑھوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ کل کے واقعے میں امریکی فوجیوں کی ٹانگیں گم ہوگئی ہیں آپ لوگ انگور کے باغوں میں تلاش کرکے وہ ٹانگیں ہم تک پہنچادیں۔ علاقے کے بڑوں نے کہا اور ٹانگوں کا تو ہمیں پتہ نہیں ہاں ایک ٹانگ ہے جو جامع مسجد کے سامنے ایک درخت سے لٹک رہی ہے۔ اگر آپ کو وہ ٹانگ چاہیے تو ہمیں ایک تحریر لکھ کردیں تاکہ ہم وہ مجاہدین کو ثبوت کے طور پر دکھاسکیں۔ تب گورنر نے مجاہدین کے نام خط لکھ کر دیا جس میں گورنر نے لکھا تھا کہ "فلاں تاریخ کو ہونے والے ایک دھماکے میں ایک امریکی فوجی کی ٹانگ کھو گئی ہے اور ایسی اطلاعات ملی ہیں کہ وہ ٹانگ اب پاخواب کی جامع مسجد کے سامنے لٹک رہی ہے۔ آپ امریکی فوجی کی ٹانگ ہمارے حوالے کرنے میں تعاون کریں۔ کیوں کہ خارجی فوجیوں کی جانب سے ہم پر شدید دباو ہے"۔ بوڑھوں نے وہ مکتوب طالبان تک پہنچادی طالبان نے بھی بوڑھوں کی درخواست قبول کرتے ہوئے اجازت دے دی کہ امریکی فوجی کی ٹانگ کھول کر صوبائی انتظامیہ کے حوالے کردی جائے۔

✡ ✡ ✡

حسن روحانی کی فتح اور انہیں درپیش چیلنجز

ولید افغان

حالیہ صدارتی انتخابات میں ایرانی قوم نے 65 سالہ حسن روحانی کو اپنا نیا صدر منتخب کرلیا ہے۔ ایرانی آئین کے مطابق اگر کوئی بھی صدارتی امیدوار 50 فیصد ووٹ حاصل نہ کرسکے تو ایک ہفتہ کے اندر راؤنڈ دوبارہ پولنگ کروانی پڑتی ہے۔ حالیہ انتخابات میں دوسرے انتخابی مرحلے کی ضرورت نہیں رہی بلکہ ووٹنگ کے پہلے ہی مرحلے میں 51 فیصد ووٹ حاصل کرکے ایران کے گیارہویں صدر بن گئے۔ عصری اور دینی علوم کے ماہر، کامیاب سفارتکار اور سیاستدان ڈاکٹر حسن روحانی کی زندگی پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ نومنتخب ایرانی صدر کی شخصیت اور علمیت ایران جیسے عالمی سیاست میں اہم مقام رکھنے والے ملک کے بالکل شایان شان ہے۔ حسن روحانی 12 نومبر 1948 کو ایران کے صوبہ سمنان میں پیدا ہوئے، انہوں نے آنکھ ہی ایک ایسے شیعہ بنیاد پرست گھرانے میں کھولی تھی جو اس وقت کے حاکم شاہ ایران کے خلاف تحریک مزاحمت میں شامل تھا، لڑکپن ہی میں وہ مذہبی تعلیم کے جانب مائل تھے انہوں نے 1960 میں سمنان کی ایک دینی درسگاہ سے مذہبی تعلیم کا آغاز کیا اور ایک سال بعد اعلیٰ مذہبی تعلیم کے لئے قم چلے گئے۔ مذہبی تعلیمات کے ساتھ ساتھ وہ جدید علوم سے آگاہی کے بھی شوقین تھے یہی شوق ان کو 1969 میں تہران یونی ورسٹی لے گیا جہاں سے انہوں نے عدالتی قانون [جوڈیشل لاء] کے مضمون کے ساتھ 1972 میں گریجویشن مکمل کی۔ بعدازاں وہ برطانیہ چلے گئے اور گلاسکو یونی ورسٹی سے لاء میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ پھر 1999 میں ڈاکٹریٹ [Ph,d] کی ڈگری اپنے نام کرلی۔

حسن روحانی کی تعلیمی پس منظر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نہ صرف مغربی نظام کو سمجھتے ہیں بلکہ ایک اہم مغربی ملک کی سیاست اور قانون کو بھی نہایت قریب سے دیکھ چکے ہیں۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایرانی انقلاب میں حسن روحانی نے اہم کردار ادا کیا، انہوں نے ایام جوانی میں شاہی حکومت کے خلاف جدوجہد میں حصہ لے کر سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ یہ انقلاب ایران کے آغاز کی بات ہے۔ حسن روحانی ایران کے مختلف شہروں کے دورے کرتے اور شاہ ایران کی حکومت کے خلاف تقاریر کرتے، اس عرصے میں وہ کئی بار پابند سلاسل بھی ہوئے۔ ان پر عوامی اجتماعات میں تقریریں کرنے کی پابندی بھی لگائی گئی، لیکن حسن روحانی نے حکومت کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکے، جب آیت اللہ بہشتی اور آیت اللہ مطہری نے خمینی کو ملک چھوڑ دینے کا مشورہ دیا جس کے بعد ایرانی انقلاب کے بانی فرانس چلے گئے اور وہاں سے شاہ ایران کی حکومت کے خلاف صف بندی کرنے لگے تو اس وقت حسن روحانی یورپ میں سرگرم کردار ادا کررہے تھے۔ وہ بیرون ملک مختلف تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم ایرانی طلبہ کے ساتھ سوال وجواب کے پروگرام کیا کرتے تھے اور اس طریقے سے ان طلباء تک خمینی کے افکار اور پیغامات پہنچاتے تھے اس لئے 1979 میں ایرانی انقلاب کی کامیابی کے بعد وہ پارلیمنٹ کے رکن بنے اور 2000ء تک مسلسل بار اسمبلی کے رکن منتخب ہوتے رہے۔ انہیں ملک کے دو اہم پالیسی ساز اداروں قومی سیکیورٹی کونسل اور ماہرین کی کونسل کی بہ یک وقت رکنیت حاصل رہی ہے۔ عراق ایران جنگ ختم ہونے کے بعد ایران کے سپریم نیشنل سیکیورٹی کونسل میں سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کے نمائندہ بھی مقرر کئے گئے، وہ اس کونسل کے پہلے سیکرٹری ہونے کے ساتھ اس منصب پر سولہ سال تک فائز رہے۔ ایرانی صدور ہاشمی رفسنجانی اور محمد خاتمی کے ادوار میں بھی وہ اس عہدے پر تھے محمود احمدی نژاد کے دور میں انہوں نے سپریم نیشنل سیکیورٹی کونسل سیکرٹری کی حیثیت سے استعفیٰ دیدیا تھا۔ وہ اس ادارے کے بطور سربراہ میانہ روی، عملیت پسند اور حقیقت پر مبنی سیاست کے حوالے مانے جاتے تھے، مبصرین کا کہنا ہے کہ چیف نیوکلیئر مذاکرات کار کے طور پر حسن روحانی نے اپنے سفارتی تدبر اور مہارت کا لوہا اس وقت منوایا جب انہوں نے جرمنی، فرانس اور برطانیہ سے کامیاب مذاکرات کئے۔ ان کے بقول قومی مفادات کے پیش نظر ان کے مشورے پر 2003 سے 2005 کے درمیانی مدت نے ایران نے یورینیم افزودگی روکنے پر رضامندی ظاہر کی البتہ یہ اقدام مغرب کی جانب سے اقتصادی مراعات کی فراہمی سے مشروط تھا۔ مگر صدر احمدی نژاد کے عہدہ صدارت پر فائز ہونے کے بعد یہ سلسلہ اس وقت رک گیا جب حسن روحانی نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اقتصادی مراعات کے بدلے یورینیم افزودگی کو روکنا تمام ایرانیوں کو پسند نہیں تھا، اور اس اقدام کو اعلیٰ ملی مفادات کے سمجھتے تھے۔ لیکن اس حوالے سے جب انتخابی مہم کے دوران حسن

روحانی تنقید کا نشانہ بنائے گئے تو انہوں نے جواب دیا ہم نے ایران کو جنگ سے بچایا، عراق اور افغانستان پر قبضہ ہو چکا تھا اور اس کے بعد ایران کی باری تھی جو ہم نے [ان مذاکرات سے] روک دی۔

حسن روحانی ایران عراق جنگ کے دوران نیشنل ایئر ڈیفنس کے کمانڈر بھی رہے جو ان کے دفاعی معاملات کی سمجھ بوجھ کے لئے ضروری تجربہ مانا جاتا ہے اور جن ہنگامی حالات سے آج ایران گزر رہا ہے ان میں یہ تجربہ خاصا کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔ حسن روحانی کو ایران کی اہم مجلس Expediency Council کا بھی رکن بنائے گئے۔ یہ کونسل سپریم لیڈر کے مقرر کردہ لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جس کا اہم ترین کام اہم اصلاحات کے حوالے سے اسمبلی اور کونسل آف گارڈن کے درمیان ربط پیدا کرنا ہے۔ وہ صدر منتخب ہونے کے وقت بھی کونسل میں شامل تھے۔ اوران کے ذمہ دفاعی، سیاسی اور سیکیورٹی معاملات کی نگرانی کرنا تھا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حسن روحانی نے سیاسی، تعلیمی اور انتظامی عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود سائنسی، علمی، ثقافتی اور نشریاتی میدان میں بھی خود کو مشغول رکھا ۱۹۹۵ سے ۱۹۹۹ تک کے عرصے میں وہ تہران یونیورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز میں شامل تھے اسکے علاوہ 1991 سے سینٹر فار اسٹر ٹیجک ریسرچ بھی حسن روحانی کی پہچان بنا ہوا ہے۔ وہ فارسی اور انگریزی میں شائع ہونے والے 3 سیاسی اور تحقیقی جرائد کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ یہ پندرہ روزہ جرائد سائنسی میدان اور تحقیقی شعبے کے حوالے سے مضامین شائع کرتے ہیں۔ حسن روحانی نے عالمی طاقتوں سے مذاکرات اور ایران، امریکہ اور مغرب کے تعلقات میں پیدا ہونے والے نشیب و فراز کے حوالے سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں ان کی یاداشتیں ہیں National security and Nuclear Diplomacy نامی اس کتاب کو ایران اور دیگر ممالک میں خاصی پذیرائی ملی۔ اس کے علاوہ سفارتکار، مذہبی عالم، سیاسی انقلابی لیڈر اور ماہر تعلیم ہونے کی حیثیت حسین روحانی نے عربی، فارسی اور انگریزی میں متعدد کتابیں اور سینکڑوں مضامین اور مقالے تحریر کئے ہیں۔

حسن روحانی کا نام اس سال 7 مئی کو صدارتی انتخابات کے لئے بطور امیدوار رجسٹر ہوا وہ انتخابی مہم کے آغاز میں اپنے حریف امیدواروں سے مقبولیت کی دوڑ میں خاصے پیچھے تھے وہ اس وقت اچانک مقبولیت کی فہرست میں آگے بڑھ گئے جب اصلاحی تحریک کے لیڈر اور سابق صدر محمد خاتمی نے ان کی حمایت کا اعلان کیا اور اپنے دوسرے اصلاح پسند صدارتی امیدوار کو رضا عارف کو روحانی حق میں دستبردار کروادیا۔ حسن روحانی کی جیت کے امکانات اس وقت مزید بڑھ گئے جب سابق ایرانی صدر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی نے بھی ان کی حمایت کر دی۔ جن کی انتخابات میں حصہ لینے کی درخواست شوریٰ نگہبان نے ابتدائی مرحلے ہی میں مسترد کر دی تھی، شوریٰ نگہبان بارہ علماء اور قانون دانوں پر مشتمل ایران کا وہ ادارہ ہے جو صدارتی امیدواروں کی اہلیت و شمولیت پر فیصلہ کن اختیار رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ حسن روحانی کو ایرانی انقلاب کے بانی آیت اللہ خمینی کے پوتے کی حمایت بھی حاصل تھی۔ البتہ جس ایک چیز نے حسن روحانی کو ان انتخابات میں ایک عام امیدوار سے عوامی امیدوں کا مرکز بنا کر ایران کے سب سے بڑے سرکاری اور عوامی عہدے تک پہنچایا وہ ان کا اقتصادی معاملات پر موقف تھا، وہ اپنے انتخابی مہم کے دوران مستقل ایران کی تباہ حال معیشت پر شدید افسوس کا اظہار کرتے رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ملک کی معاشی ابتری کا سبب ایران کا نیوکلیئر ٹیکنالوجی کے معاملے پر سخت موقف ہے جس کی وجہ سے ایران کو بین الاقوامی میدان میں تنہائی کا سامنا ہے، نو منتخب صدر کے مطابق اسی وجہ سے ایرانی معیشت کو زبردست دباؤ اور نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے اپنی انتخابی مہم کے دوران ایرانی عوام کو یقین دلایا کہ وہ تدبر سے مسائل حل کریں گے

ایران پر مختلف اوقات میں لگائی گئی اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے ویسے بھی ایرانیوں کی معاشی حالت خراب تھی لیکن گزشتہ برس ستمبر میں جب ایران کی مرکزی بینکوں، تیل کی لین دین میں بین الاقوامی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا تو اس وقت ایک امریکی ڈالر 40،000 ایرانی ریال کے مساوی ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے بے روزگاری اور مہنگائی کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا، حقیقت یہ ہے کہ ایرانی قوم اب اس بے روزگاری اور مہنگائی سے تنگ آچکی ہے اور بلاشبہ یہ قوم دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ حالیہ بے روزگاری اور مہنگائی سے کسی نجات دہندہ کی تلاش میں تھی۔ جب حسن روحانی نے اپنے انتخابی مہم کے دوران ایرانی عوام کو یقین دلایا کہ وہ تدبر سے تمام مسائل حل کریں گے تو ایرانی عوام کو حسن روحانی ہی نجات دہندہ معلوم ہوا۔ اور 14 جون کو بڑی تعداد میں حسن روحانی کو کامیاب کرنے کی خاطر صدارتی انتخابات میں حصہ لیا۔ ایرانی وزارت داخلہ کے مطابق ووٹنگ کا ٹرن آوٹ 72.2 فیصد تھا، شدید گرمی کے باوجود صبح ہی سے ووٹ ڈالنے والوں کی لمبی قطاریں لگ گئیں، دوپہر کے بعد ووٹ ڈالنے والوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ تین مرتبہ پولنگ کے اوقات میں اضافہ کرنا پڑا۔ جو آخر میں کل پانچ گھنٹے تک جا پہنچا۔

پولنگ اسٹیشنز پر خواتین اور جوانوں کی تعداد غیر معمولی تھی، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ روزگار کے متلاشی اور گھریلو بجٹ بنانے والوں کی تشویش، بے روزگاری اور مہنگائی کی وجہ سے کس قدر بڑھ چکی ہے۔

ایران میں عام طور پر سیاسی گروہوں کو بنیاد پرست اور اصلاح پسند میں تقسیم کیا جاتا ہے، پورا مغرب اور خصوصاً مغربی ذرائع ابلاغ یہ تاثر دیتے رہے ہیں کہ بنیادی پرستوں کو ایرانی سٹیبلشمنٹ کی حمایت حاصل ہے۔ انہوں نے رفسنجانی کے کاغذات مسترد کئے جانے پر بہت واویلا کیا تھا اور یہ عندیہ دیا تھا کہ ایران کی

مذہبی قیادت نہیں چاہتی کہ اصلاح پسند صدر منتخب ہوسکے۔

یہ بات درست ہے کہ مذہبی قیادت کی ہمدردی بنیاد پرستوں کے ساتھ ہوگی اور انہی میں سے کسی کو صدر بنانا پسند کرے گی لیکن حالیہ انتخابات میں ایک اصلاح پسند کے صدر منتخب ہونے کے بعد یہ تاثر اور تجزیات غلط ثابت ہو گئے کہ مذہبی قیادت کی طرف سے کسی خاص گروہ یا فرد کو وہ حمایت حاصل تھی جس کی بدولت عوامی رائے کا مقابلہ کیا جاسکے اور کسی اصلاح پسند کو ناکام بنایا جاسکے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ حسن روحانی کا تعلق اصلاح پسند گروہ سے ہے اس لئے تو اقوام متحدہ کا جنرل سیکرٹری بانکی مون امریکی صدر باراک اوبامہ اور دیگر مغربی سربراہان ان کے منتخب ہونے سے بظاہر خوش نظر آتے ہیں لیکن خیال رہے کہ حسن روحانی کو ایران کے رہبر آیت اللہ خامنہ ای کا اعتماد بھی حاصل ہے جس کا ذکر وہ اپنے انتخابی مہم کے دوران کرتے رہے ہیں اور یقیناً ان کے ووٹرز کو بھی اس کا علم ہوگا۔ حسن روحانی کی اصلاح پسندی اس حد تک نہیں جس سے مغرب کی جانب جھکاؤ سے تعبیر کیا جائے جو کہ 2009 کے صدارتی انتخابات کے نتیجے میں شروع ہونے والے احتجاج کے بعد سے دو نظر بند اصلاح پسند لیڈر میر حسین موسوی اور مہدی کروبی کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حسن روحانی کو ایران کے دونوں مزاج کے گروہوں میں مقبولیت حاصل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی کامیابی جشن جہاں تہران میں بڑے پیمانے پر منایا گیا وہاں قم جیسے مذہبی مرکز میں بھی عوام نے ان کی کامیابی پر بھرپور جشن منایا۔ اس لئے حسن روحانی کے بارے میں بہترین تبصرہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا ایک ہاتھ اصلاح پسندوں کے ہاتھ میں ہے تو دوسرا آیت اللہ خامنہ ای کے ہاتھ میں ہے۔ اس طرح وہ قدامت پسندوں اور اصلاح پسندوں کے درمیان ایک پل یا رابطہ کا کام بخوبی انجام دے پائیں گے۔

ایران میں طاقت کا اصل منبع سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای ہیں جو ہر معاملے میں فیصلہ کن اختیار رکھتے ہیں تاہم عوامی ووٹ سے منتخب ہونے والے حکومت کے سب سے بڑے عہدیدار صدر کو خارجہ امور، معیشت اور داخلی معاملات کافی خاصی حد تک اپنا کردار ادا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ایران کا ایٹمی پروگرام جاری رکھنا اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا مقابلہ بھی کرنا نومنتخب صدر کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ وہ دنیا کے ساتھ تعمیری روابط قائم کریں گے۔ اور اپنا نیوکلیئر پروگرام بھی جاری رکھیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایران یورینیم افزودگی بند نہیں کرے گا کیونکہ ایران کا ایٹمی پروگرام مکمل طور پر قانونی اور شفاف ہے۔ مغربی ممالک نے جان بوجھ کر ایران کے ایٹمی پروگرام کو متنازع بنایا ہے، انہیں ایرانی عوام کے ایٹمی حقوق کو تسلیم کرنا ہوگا۔

ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایران کی خارجہ پالیسی میں ان کے آنے سے کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ البتہ سابق صدور رفسنجانی اور خاتمی کے ادوار کی طرح حسن روحانی بھی نسبتاً رواداری کا مظاہرہ کریں گے، معاشی اصلاحات ترجیح دیں گے اور عوام کے اقتصادی اور سماجی حالات کو بہتر بنانے پر توجہ دیں گے۔ اسی مقصد کے پیش نظر امریکہ سمیت دیگر مغربی ممالک سے تعلقات میں لچک دکھا کر ایٹمی پروگرام سے متعلق پالیسی میں بھی ردوبدل کریں گے۔

دو مرتبہ صدر منتخب ہونے والے احمدی نژاد کے آٹھ سالہ دورِ صدارت میں امریکا، یورپ اور اسرائیل سے جنگ کا ذکر بڑے زور وشور سے کیا جارہا تھا جس کی وجہ سے ایران کے ایٹمی پروگرام پر مغرب کی جانب سے سخت ترین تحفظات اور شکوک وشبہات کا اظہار کیا گیا۔ اور ان کے نتیجے میں ایران پر اقوام متحدہ کی جانب سے سخت اقتصادی پابندیاں عائد کی گئیں۔ جس کی وجہ سے ایران معیشت کو سخت نقصان پہنچا۔ روحانی کا رویہ یکسر اس کے برعکس ہوگا، لیکن ایٹمی پروگرام سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا جوہری مسئلے پر ایران کی موقف پر باقی رہتے ہوئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو ایران کے خلاف پابندیاں اٹھانے کے لئے قائل کر سکیں گے؟ بظاہر یہ کام آسان نہیں الا یہ کہ مقابل جانب بھی اس میں کچھ لچک دکھائے۔

ایران کی دگرگوں معیشت نومنتخب صدر کے لئے دوسرا بڑا چیلنج ہے، عالمی اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے تیل برآمد کرنے والے اوپیک کے اس اہم رکن ملک میں افراط زر 28 فیصد سے زیادہ ہے۔ جس نے عوام کو مہنگائی سے بے حال کر دیا ہے، کیا اس دگرگوں معیشت کو بہتر بنانے میں حسن روحانی کامیاب ہوجائیں گے۔ دراصل معیشت کا یہ مسئلہ ایٹمی پروگرام اور خارجہ پالیسی سے جڑا ہوا ہے جس کے نتیجے میں اس پر عالمی اقتصادی پابندیاں لگی ہیں۔

نومنتخب صدر کے لئے تیسرا بڑا چیلنج خطے میں ایران کے بارے میں اعتماد کی فضا قائم کرنا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے امور پر نظر رکھنے والوں کی رائے میں اپنے عرب پڑوسیوں اور خطے کے تمام عرب وعجم ممالک سے بھی تعلقات از سر نو جائزہ لینا ہوگا۔ یہاں معاملہ صرف اسرائیل کی دشمنی ہی کا نہیں ہے بلکہ ایران کے ایٹمی پروگرام نے بھی کافی شکوک وشبہات کو جنم دیا ہے۔ شام میں مخالف دھڑوں کے خلاف بشار الاسد حکومت کی مکمل حمایت ومعاونت بھی اختلافی معاملہ بن چکا ہے اس لئے کہ بشار الاسد حکومت کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ عوام قتل ہو چکے ہیں۔

اب آئندہ وقت ہی بتائے گا کہ حسن روحانی ان چیلنجز کو نمٹانے میں کامیاب ہوتے ہیں یا ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں؟

مولوی عبدالسلام شہید رحمہ اللہ کی سوانح حیات

تحریر: عبدالروف حکمت

طالبان کی اسلامی تحریک کی کامیابی، ثابت قدمی اور پذیرائی کی ایک وجہ یہ ہے کہ عصر حاضر کے پرفتن دور میں یہ تحریک اللہ تعالی کے ان نیک، برگزیدہ اور صالح بندوں نے شروع کی ہے جن کی مثالیں موجودہ دور میں بہت کم ملتی ہیں، اس تحریک کے سرخیل دینی مدارس کے طلبہ اور علماء کرام ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ پرفتن دور میں اس تحریک میں پاک نفس، متقی، نیک پارسا اور مقدس ہستیاں شامل ہیں، دینی طلبہ کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ [اگر قرآن اور حدیث کے طلبہ میں بھی اولیاء اللہ موجود نہیں ہیں تو اس کا معنی ہے کہ روئے زمین پر اولیاء اللہ کا وجود نہیں]

طالبان کی اسلامی تحریک میں کئی ایسے گمنام لوگ گزرے ہیں اور اب بھی ہیں جن کے اعمال صالحہ کو دیکھ کر ہم انہیں اولیاء اللہ کا نام دے سکتے ہیں، ایسے حضرات جو دن اللہ تعالی کی رضا کے لئے جہاد اور اسلام کی خدمت میں گزارتے ہیں اور رات کو اللہ تعالی کے حضور میں سربسجود رہتے ہیں، اگر ایک جانب یہ حضرات علم، تقوی، دیانت اور اخلاص کے نمونے ہیں تو دوسری جانب ایثار، شجاعت اور جرأت کی مثالیں ہیں، اللہ تعالی کے ان نیک پارسا لوگوں میں سے ایک مولوی عبدالسلام شہید بھی ہیں جن کو اللہ تعالی نے سیرت اور صورت کا یکساں حسن عطا کیا تھا۔ ذیل میں آپ کے حالات زندگی اور زندہ کردار پر روشنی ڈالیں گے۔

پیدائش اور زندگی کے ابتدائی مراحل:

مولوی عبدالسلام نے صوبہ قندہار ضلع نیش کے علاقے شاویز میں 15 سرطان 1346 [ھ ش] میں ملا محمد صادق کے ہاں آنکھ کھولی، وہ مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، مولوی محمد صالح کے پوتے ہیں، بارکزی قوم سے تعلق ہے۔ آپ کے خاندان میں سات صدیوں سے علماء چلے آرہے ہیں، آپ نے جب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا ان دنوں سوویت یونین نے افغانستان پر یلغار کی، ہجرت کے دوران آپ کے خاندان نے بھی اپنے وطن سے ہجرت کرتے ہوئے پاکستان کے سرحدی شہر چمن آکر سکونت اختیار کی، مولوی عبدالسلام نے مدرسہ نورالمدارس فاروقیہ چمن میں دینی تعلیم کا آغاز کیا اور یہیں پر تمام فنون پڑھے جبکہ دورہ حدیث شیخ الحدیث مولوی محمد علی صاحب کے مدرسے میں پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔

روس کے خلاف جہاد میں شرکت:

مولوی عبدالسلام نوجوان تھے جب افغانستان میں کمیونزم کے خلاف جہاد کا اعلان ہوا، جہاد سے آپ کو بے پناہ محبت تھی، دینی علوم کے حصول کے ساتھ آپ جہاد میں بھی حصہ لیتے رہے، شروع سے آخر تک قندہار میں حاجی ملا شیرین اخوند کی قیادت میں طالبان کے محاذ میں سرگرم عمل رہے، یہ محاذ قندہار کے آس پاس علاقوں محلہ جات، ارغنداب اور ڈنڈ میں سرگرم عمل تھا وہ بھی ایک مجاہد کی صفت سے اپنی جہادی خدمات انجام دیتے رہے، ڈاکٹر نجیب کے دور حکومت میں قندہار کابل کی عمومی شاہراہ پر جبار اور دوستم ملیشیا کے خلاف لڑائیوں میں بھی آپ شریک تھے، آپ دینی علوم کے حصول کے ساتھ جہاد میں بھی اس وقت تک سرگرم رہے جب کمیونسٹ دور کا سورج غروب نہ ہو گیا۔

ہرج اور مرج کے دور میں:

باہمی اختلافات اور افراتفری کے دور میں مولوی عبدالسلام نے قندہار ضلع دامان کے علاقے خوشاب میں دینی مدرسہ قائم کیا اور علوم اسلامیہ کی تدریس کا آغاز کیا، آپ جید عالم دین تھے بڑی بڑی کتابوں کی تدریس کر رہے تھے سینکڑوں طالبان آپ سے اکتساب علم کر رہے تھے، اس وقت افغانستان کے طول و عرض میں خانہ جنگی شروع ہوئی، اقتدار کی رسہ کشی میں فساد کا دور عروج پر رہا، قندہار میں بھی یہی صورتحال تھی، جرائم پیشہ کمانڈروں کا دور تھا جو لوگوں کو تکلیف دیتے تھے، ان سے بھتہ لیتے تھے، کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ ہی مال، مولوی عبدالسلام نے خوشاب کی سطح پر منکرات کے سدباب کے لئے جدجہد کا آغاز کیا، اس سلسلے میں کئی مرتبہ

اپنے علاقے میں جرائم پیشہ عناصر کو ان کے برے اعمال کی سزا بھی دی گئی اور کسی حد تک اپنے علاقے میں جرائم کی روک تھام بھی کر دی گئی، انہوں نے طالبان کے اتحاد اور تنظیم کے لئے بھی کوششوں کا آغاز کیا اور بہت سے لوگوں، عمائدین اور علماء کرام سے ملاقاتیں کیں، اسی دوران قندہار کے ژڑی کے سنگ حصار میں ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں طالبان کی اسلامی تحریک شروع ہوئی، تحریک کے ابتدائی مرحلے میں مولوی عبدالسلام اپنے 70 طالبان سمیت تحریک میں شامل ہو گئے۔

طالبان کی اسلامی تحریک میں مولوی عبدالسلام کی خدمات:

طالبان کی اسلامی تحریک کے شروع میں جب طالبان نے قندہار کے ضلع میوند پر قبضہ کیا تو ملا محمد عمر مجاہد نے مولوی عبدالکریم کو میوند کا ضلعی گورنر اور مولوی عبدالسلام کو ان کا معاون تعینات کیا، جب قندہار مکمل طور پر طالبان نے فتح کر لیا تو آپ کو قندہار ایئرپورٹ کا سربراہ مقرر کیا اور پھر قندہار کے آئی جی تعینات ہوئے۔

اس وقت قندہار کا آئی جی آفس مرکز کا درجہ رکھتا تھا جہاں سے تمام کارروائیوں کی نگرانی کی جاتی تھی، آپ کو ملا محمد عمر مجاہد قریب سے جانتے تھے، آپ پر ان کا بہت اعتماد تھا، ان دونوں کے درمیان اچھے تعلقات تھے، اسی لئے آئی جی کی اہم ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔ آپ آئی جی کی ذمہ داری نبھانے کے ساتھ ساتھ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کے خصوصی معاون کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ آپ جید عالم، حساس مجاہد، دوراندیش رہنما اور نہایت متقی انسان تھے، ملا محمد عمر مجاہد کے لئے امین مشاور کی حیثیت رکھتے تھے، ان کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ ان کے ساتھ ملا محمد عمر مجاہد کے اتنے قریبی تعلقات تھے کہ اکثر اوقات امیر المومنین جب اپنے دفتر میں موجود نہ ہوتے تو ساتھی انہیں مولوی عبدالسلام کی جگہ پر ڈھونڈتے تھے اور وہاں وہ مل جاتے تھے، ملا محمد عمر مجاہد گزشتہ جہاد کے وقت سے ان کو جانتے تھے، وہ ان کے علم، زہد، دیانت اور فراست کے بارے میں بخوبی جانتے تھے اسی لئے وہ ان کی زیادہ قدر کرتے تھے۔

مولوی عبدالسلام کا سانحہ شہادت:

سن 1374ھ ش میں جب صوبہ ہرات کے کمانڈر اسماعیل خان نے ہلمند کے گرشک تک پیش قدمی کی اور پھر مجاہدین نے دوبارہ انہیں شکست دیکر پسپا کر دیا، اس وقت صوبہ فراہ میں گھمسان کی لڑائی میں طالبان کے جنرل کمانڈر ملا محمد اخوند زخمی ہوئے، اسی دوران مولوی عبدالسلام خود طالبان کے ہمراہ فرنٹ لائن پر چلے گئے اور جہادی سفر میں آپ نے صوبہ فراہ کے علاقے آب خرما کے خوست درہ میں دشمن کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

آپ کی شخصیت:

آپ کا شمار اسلامی تحریک کے ان رہنماؤں میں ہوتا ہے جن کے تقویٰ اور علم کی ایک دنیا معترف تھی اور ان صفات میں وہ شہرت پا چکے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ علمی استعداد، سیاسی بصیرت کے ساتھ ایک مقبول شخصیت کی تمام خوبیاں عطا کی تھیں، ان کے احباب اور متعلقین اب ان کی تواضع، حسن اخلاق اور ملنساری کا ذکر کرتے ہیں، ان صفات کی بدولت وہ بہت سے دلوں پر راج کرتے تھے جبکہ اپنے علاقے میں بے پناہ مقبول تھے۔

ان کے چچا مولوی عبداللطیف اخوندزادہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے کمال علم اور دیانت کی اعلیٰ صفات سے نوازا تھا، ان میں تین اہم صفات نمایاں تھیں، 1۔ نہایت متقی تھے، 2۔ دلیر تھے، 3۔ جید عالم تھے۔ ان کے تقویٰ اور خداپرستی کے آثار ان کی شہادت کے بعد بھی ظاہر ہوئے، جب میدان جنگ سے ان کا جسد خاکی قبرستان لایا گیا تو تدفین کے وقت ان کے جسم سے واسکٹ اتاری گئی اس وقت واسکٹ سے عجیب دلفریب خوشبو آ رہی تھی جو جنازے میں شریک تمام لوگوں نے محسوس کی، اس موقع پر موجود لوگ واسکٹ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ہر ٹکڑے سے الگ خوشبو آ رہی تھی۔

ان کے والد محترم ملا محمد صادق اخوند کا کہنا ہے کہ ان کی شہادت کے 9 سال بعد ایک دن میں ان کی قبر پر گیا، دیکھا تو قبر منہدم ہو گئی تھی، ایک دن صبح ارادہ کیا کہ لوگوں کے آنے سے پہلے قبر کی دوبارہ مرمت کروں گا جب میں نے قبر کھودنا شروع کی تو ان کا جسد خاکی ظاہر ہوا، ان کی میت بالکل ایسی حالت میں تھی جیسے آج ہی دفنایا گیا ہو۔

ملا سیف اللہ اخوند جنہوں نے 15 سال ان کے ساتھ گزارے ان کا کہنا ہے کہ ان کو یاد نہیں کہ کبھی ان سے جماعت کی نماز چھوٹ گئی ہو بلکہ ہر حال میں وہ باجماعت نماز ادا کرتے تھے، موصوف جید عالم ہونے کے ساتھ اچھے قاری بھی تھے اور اللہ نے انہیں بہت خوبصورت اور میٹھی آواز سے نوازا تھا، وہ نہایت خوش الحانی کے ساتھ اذان دیتے تھے، اللہ تعالیٰ کے اس نیک و برگزیدہ بندے نے ایام شباب میں جام شہادت نوش کیا، آپ کے پسماندگان میں صرف ایک صاحبزادی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دنیا کیا جواب دے گی؟

محمد فرہاد جانباز

مصر کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت " اخوان المسلمون " شروع دن سے بے جا ظلم اور ناروا ستم کا شکار رہی ہے۔ ان پر جبر وجور کے جو پہاڑ توڑے گئے ہیں، اگر وہ خود پہاڑوں پر ہی توڑے جاتے تو یقیناً وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ لیکن یہ حق کی ایک کھلی نشانی ہے کہ وہ کچھ دیر کے لیے مشکلات کا شکار تو رہتا ہے، مگر دبتا اور مِٹتا ہر گز نہیں ہے۔ آخر کار مکمل فتح اور واضح جیت حق اور اہلِ حق ہی کی ہوتی ہے۔

اخوان المسلمون کے بانی حسن البنا شہید رحمہ اللہ ایک کسان، احمد بن عبد الرحمٰن البنا کے ہاں مصری شہر " محمودیہ " میں اکتوبر 1906ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا گھرانہ اپنے دیہات میں ایک ممتاز حیثیت والا علم و فضل اور اعلیٰ اسلامی ماحول سے آراستہ تھا۔ انہوں نے قرآن مجید اپنے والدِ گرامی سے حفظ کیا۔ مختلف مدارس اور آخر میں جامعہ ازہر سے اپنی اخلاقی، مذہبی اور دنیاوی تعلیم حاصل و مکمل کی۔ اس وقت خلافتِ ترکیہ کو ٹوٹے ہوئے چند ایک سال ہی ہوئے تھے۔ چند ایک جگہوں کے علاوہ ہر طرف الحاد و اباحیت کا طوفانِ بلاخیز ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اپنے نظامِ حکومت، اپنے مخلص قائدین اور اسلام کے رکھوالوں کی گرفت کم زور ہونے کے باعث مسلمانوں میں ایک طرح کا احساسِ کمتری پیدا ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنی اعلیٰ تعلیم و تربیت، لاجواب انسان دوست طرزِ معاش و معاشرت اور لاثانی اندازِ حکمرانی و جہاں بانی سے نالاں و دل برداشتہ سے ہو رہے تھے۔ اس بات میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس تمام غیر فطری کارہائے نمایاں میں مصری یہودی کمیونٹی کے علاوہ پٹھو دماغ سے سوچنے والے کچے نظریات اور گندے خیالات کے حامل، اپنی صفوں کے غدار لوگ بھی شامل تھے۔ "یہودی پٹھو" بنا دیے جانے والے ان نام کے مسلمانوں کی برین واشنگ اس مضبوط طریقے سے کی گئی تھی کہ جب مصر اسلامک ازم اور لبرل ازم کی کش مکش کا گہوارہ بن گیا تو خلافت کے بجائے نئی حکومت کی عمارت تعمیر کرنے کا مرحلہ پیش آیا تو ان کا نعرہ تھا: "ہم اسلامی اتحاد اور اسلامی رشتے کی بنیاد پر زندگی کی تعمیر کے خلاف ہیں۔" یہ گروہ اسلام کو جغرافیائی سرحدوں کا پابند کرنے پر تُلا بیٹھا تھا۔ اسی لیے وہ "مصری وطنیت" کا علم بردار بن گیا۔ مگر اس وطنیت سے ان کی مراد یہ تھی کہ مصر کو دوسرے مسلمان ممالک کا "دردِ سر" مول نہیں لینا چاہیے، بلکہ صرف اپنے مفادات و مقاصد کی طرف توجہ رکھی جانی چاہیے۔ گویا بہ الفاظِ دیگر، حدیثِ مبارکہ کی بلیغ تعبیر میں بیان کیے گئے "جسدِ واحد" کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ کر کرچی کرچی کر دیا جائے، تاکہ 'نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری'... اسلامی وحدت کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے اس فاسد نظریے کو پختہ کرنے کے لیے وہ انتاحد سے باہر نکل آئے تھے کہ انہوں نے اپنے دلائل مکمل کرنے کے لیے مصر کی قدیم تاریخ کی باقیات گرید گرید کر لانا شروع کر دیں۔ اور حب کے مصر کے، دورِ فراعنہ کے مصر سے قلابے ملانے میں انتہائی بے باک ہو گئے۔ ان کا نظریہ، یہ تھا کہ جس چیز میں مصر کا مفاد مضمر ہو، وہ ضرور اپنانی چاہیے، چاہے اس میں غیر مصریوں کے لیے نقصان ہی کیوں نہ پنہاں ہو۔ اس "مصری وطنیت پرست" گروہ کی نمائندگی اخبار "اَلْمُقطَم" کر رہا تھا۔ المقطم کے بارے میں یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں تھی کہ وہ انگریزی استعمار کی وکالت کرتا اور انگریز گورنر "لارڈ کرومر" سے راہ نمائی لیتا ہے۔ مصری وطنیت کا نعرہ انگریز خود اُچھال رہا تھا، کیوں کہ وہ چاہتا تھا کہ مصر کو عالم اسلام سے الگ تھلگ کر دیا جائے۔ اور مصری قوم کے دماغ میں یہ بات مضبوط طریقے سے بٹھا دی جائے کہ "اُسے دوسری اقوام، خواہ وہ ترک ہوں، ایرانی، ہندی یا اَور کسی مظلوم مسلم قوم کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اور صرف اپنے مفادات کی فکر کرنی چاہیے۔" اس طرح انگریز ایک طرف عربوں کو ترکوں سے جدا کرنا چاہتا تھا اور دوسری طرف عربوں کو عربوں سے بے زار کر رہا تھا۔ المقطم اخبار تو انگریز نوازی میں اس حد تک گھٹیا حرکت کر رہا تھا کہ وہ صاف صاف لکھتا تھا: "انگریز، اپنا پُر سکون وطن چھوڑ کر مصر میں رہنے کی مشقت اور تکلیف صرف اس لیے برداشت کر رہے ہیں کہ وہ مصریوں کو "ظلم و ستم والے نظام" سے چھٹکارہ دلا کر " عدل و انصاف کی دل رُبا بہار " سے لطف اندوز کرانا چاہتے ہیں۔ مصر کو افلاس و غربت کے چنگل سے نجات "عطاء" کر کے ایک " متوازن اقتصادی نظام" قائم کرنے کا سہرا انگریز کے سر سجتا ہے۔"

اس کے مقابلے میں ایک اسلامک ازم کا حامی گروہ تھا، جو اسلامی رشتے کے حوالے سے قوم میں حب الوطنی کی آگ لگا رہا تھا۔ اس کے نزدیک مذہب اور

وطن کی اُلفت، دو متضاد چیزیں نہیں تھیں۔ اس کی قیادت ایک شعلہ بیاں خطیب، مصطفیٰ کامل کر رہا تھا۔ اس کا مقولہ تھا کہ "دین و وطن، دو جڑواں بھائی ہیں، جو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیے جاسکتے۔" انگریزی غلاموں کے بالمقابل یہ گروہ وطن کی محبت ایسے انداز میں پیش کر رہا تھا، جیسے کوئی عاشق اپنی محبوبہ کا ذکر کرتا ہو۔ محمد فرید وجدی اور عبد العزیز جاویش جیسے ادیب و محقق اس گروہ کے روحِ رواں تھے۔ مصر کے نامور شعراء... 'غایاتی' اور 'محرم' اس آگ کو شعر و ادب کی زبان میں ڈھال رہے تھے۔ انگریز حکام اور خدیو مصر ،اس جوان اور تیز رَو تحریک سے اس قدر پریشان تھے کہ جب 'غایاتی' کے شعری مجموعے پر محمد فرید وجدی اور عبد العزیز جاویش نے مقدمے لکھے تو اس "جرمِ اسلام پروری" کی پاداش میں دونوں کو قید با مشقت کی سزائیں دی گئیں۔

ان حالات میں جب حسن البنّا نے اپنا کام شروع کیا تو ان کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ کہیں اندرونی سازشیں ہوتی تھیں اور کہیں بیرونی یلغاریں تھیں۔ مصر کے حکمرانوں کا نفاق ایک الگ دردِ سر تھا۔ متجددین، اسلام کو پرانی کہانی باور کرانے پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ دین اور سیاست کو جدا جدا کر کے، بہ الفاظِ اقبال... چنگیزیت کی فضا پیدا کی جارہی تھی۔ خلافت کی جگہ جمہوریت کا راگ الاپنے والے بھی راستے کا پتھر بنے بیٹھے تھے۔ انگریزی نمک خوار آزادیِ نسواں کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بھی کم نہ تھے۔ مسلمانوں میں احساسِ کمتری کے فتنے نے بھی مشکلات کا پہاڑ کھڑا کر دیا تھا، جس کی وجہ سے اسلامی قدار کے قیام و نفاذ میں اچھی خاصی پریشانی کھڑی ہوگئی تھی۔ عرب قومیت کا بے ہودہ نعرہ بلند کر کے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی ٹوٹی تسبیح کے دانوں کو مزید بکھیرا جارہا تھا۔ جو بھی خلافتِ ترکیہ کی بات کرتا اُسے "ترکی گزیدہ" اور "ترک نوازی" کے طعنوں سے تنگ کیا جاتا۔ مگر "وقت کے امام برحق" حسن البنّا نے ہمت نہ ہاری اور مکمل تندہی سے اپنے نیک مشن میں جُتے رہے اور آخر کار ایک جماعت کی تشکیل میں کامیاب ہوگئے، جس سے ان کا کام، مزید پھلا پھولا اور پروان چڑھا۔ اس سے سیکولرازم اور انگریز نوازی کی جھلسا دینے والے فضا میں اسلام کی جڑیں مضبوط کرنے میں خوب مدد ملی۔ انہوں نے چپڑاسی سے لے کر کارخانہ مالک تک اور اَن پڑھ سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ کارکن تک، ہر ایک کو احساسِ کمتری کے دلدل سے نکال کر احساسِ خودی و خودداری، اپنے پن اور اپنے من میں ڈوبنے کی لذتوں سے بہرہ مند کیا تھا۔

آج اسی محسن انسانیت کی "اخوان المسلمون" ایک بار پھر حالات کے تھپیڑے سہنے پر مجبور ہوگئی ہے۔ آج پھر قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے پر مجبور کردی گئی ہے۔ آج پھر یتیمیت اور اجنبیت کا کڑوا ذائقہ چکھنے پر مجبور کردی گئی ہے۔ ان کا جرم... لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ ان کا قصور... بہ زبانِ اکبر الٰہ آبادی اس زمانے میں خدا کا نام لینا ہے۔ ان کا گناہ... بہ زبانِ اقبال اپنے من میں ڈوب کر سراغِ زندگی پانا ہے۔ ان کا پاپ... یہود و نصاریٰ کا کہنا نہ ماننا ہے۔ اور ان کی گستاخی، جو دنیا کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں ہے... وہ اُن کی اسلام پرستی ہے۔ وہ الفاظ کے ہیر پھیر سے ہٹ کر قرآن کے بہت ہی صاف لفظوں میں

"وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ"

ہے۔ یعنی یہود و نصاریٰ آپ سے ہر گز راضی نہیں ہوسکتے، تاآنکہ آپ اُن کے دین کی پیروی کریں۔

جدید دنیا کا ایک اعتراض یہ تھا کہ افغانستان پر قابض ہونے والی طالبان نامی مخلوق اجڈ، گنوار اور جدید تعلیم سے بے بہرہ ہے۔ وہ جدید دنیا کے نئے تقاضوں سے آشنا تک ہی نہیں ہیں، تو ان پر پورا کس طرح اتریں گے؟! انہیں ادا کس طرح کریں گے؟! ان کی حکومت غیر جمہوری تھی۔ ان کو انگریزی میں بات تک کرنا نہیں آتی تھی۔ وہ منتخب نہیں تھے، بلکہ افغانستان پر قابض حکمران تھے۔ وہ روشن خیال بھی نہیں تھے۔ وہ کسی ہوئی پینٹ شرٹ بھی نہیں پہنتے تھے۔ وہ جمہوری عمل انتخابات کے ذریعے مسندِ اقتدار پر نہیں آئے تھے۔ لہذا ان پر فوج کشی کرنا ایک ضروری اور ناگزیر عمل تھا، جسے لمبے دھانوں والے ٹینکوں، بمبار طیاروں، گن شپ ہیلی کاپٹروں، گولیاں اُگلتی بندوقوں اور ہمہ قسم کی تباہ کن ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعے انجام دیا گیا ہے۔ چلو بھائی کچھ دیر کے لیے مان لیا کہ آپ ہی سب کچھ ہیں، جمہوریت کی اماں جی بھی آپ ہی ہیں اور ابا جان بھی، لیکن مصر کے صدر محمد مرسی کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟ وہاں تو جمہوریت بھی تھی۔ پینٹ کوٹ بھی تھا۔ انتخابات بھی تھے۔ انگریزی کلچر بھی تھا۔ حقوقِ نسواں بھی تھے۔ انگریزی بھی فرفر بولی جاتی تھی۔ 55% ووٹ بھی تھے۔ 129 PHD بھی تھا۔ لباس بھی انگریزی اور تعلیم بھی اعلیٰ تھی... پھر آپ نے کیوں دھرنے اور مظاہرے کروائے؟ پھر آپ نے ایک منتخب حکومت کا دھڑن تختہ ایک سیکولر فوج کے ہاتھوں کیوں کروایا؟ صرف اس لیے کہ وہ "اخوان المسلمون" ہیں۔ یعنی اُن کے آپس میں وہ بھائی چارا تھا، جو ہجرت کے بعد مدینہ میں انصار و مہاجرین کے درمیان پیدا کیا گیا تھا۔ دنیا آپ سے پوچھ رہی ہے کہ محمد مرسی ہیں... یا... آپ؟! مجرم طالبان تھا... یا... آپ؟!

***

دو روزے

مولانا ابوالحسن علی ندوی

میرے بھائیو! جو خوش قسمت انسان مسلمان گھر میں پیدا ہوا اور وہ شروع سے کلمہ گو ہے۔ اس پر بلوغ کے بعد ہی طویل مسلسل روزہ فرض ہو جاتا ہے اور اسلام لائے، کلمہ پڑھے یہ روزہ اسلام قبول کرنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہ روزہ کب ختم ہوگا یہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

رمضان کا روزہ اور نفلی روزہ وغروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے مگر اسلام کا یہ روزہ تو آفتاب عمر کے غروب ہونے پر ختم ہوگا۔ رمضان کے روزہ اور نفلی روزہ کا افطار کیا ہے آپ عہد سے عمدہ مشروب اور لذیذ سے لذیذ غذا سے افطار کرسکتے ہیں۔

زیادہ مشروبات اور ماکولات کا نام سن کر آپ کے منہ میں پانی آجائے گا اور شوق پیدا ہو جائے گا، اس لئے میں ان کا نام نہیں لیتا۔ وہ روزہ زمزم سے کھلتا ہے، وہ روز ٹھنڈے پانی سے کھلتا ہے یا دوسرے مشروبات سے یا کھجور وغیرہ سے کھلے گا؟

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ محبوب رب العلمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین کے دست مبارک سے جام طہور، جام کوثر سے کھلے گا۔ گر وہ روزہ پکا ہے اور آپ نے اس روزے کی شرائط پوری کردی ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے ہم دنیا سے کلمہ پڑھتے ہوئے گئے، ہماری روح اس حال میں نکلی کہ ہماری زبان پر کلمہ تھا اور ہم " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہہ رہے تھے، ہمارے دل میں نور ایمان تھا، ہمارے دماغ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور حضور ﷺ کی زیادرت کا شرف حاصل کرنے کا شوق تھا تو وہ روزہ اس وقت پر ختم ہوتا ہے۔ اس کا افطار کیا ہے اس کی ضیافت کیا ہے؟ وہ جس ضیافت پر آدمی اپنی جان دے دے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں نے جان دی ہے۔ سینکڑوں اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس شوق میں جان دی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا دیدار نصیب ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ہم جب ہوں تو وہ ہم سے خوش ہوں، راضی ہوں۔ جہاد کے واقعات، غزوات اور جنگوں کے واقعات پڑھئے۔ لوگوں نے خوشی خوشی جانیں دیں بلکہ ایسا شوق تھا کہ بچہ احد کی جنگ کے موقع پر آیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے جہاد کرنے کی اجازت دیجئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ابھی تم چھوٹے ہو۔

اس نے کہا: نہیں چھوٹا نہیں میں لڑ سکتا ہوں۔

اس نے بڑی خوشامد کی کسی نے سفارش بھی کی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

دوسرے صاحبزادے آئے جو ذرا چھوٹے تھے کہنے لگے:

آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی تھی مجھے بھی اجازت دیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم ابھی بچے ہو۔

اس نے عرض کیا:

آپ ﷺ ہماری کشتی کرا کر دیکھ لیجئے اگر میں اس کو پچھاڑ دوں تو مجھ کو اجازت دے دیجئے۔ یہ بچوں کا شوق تھا۔ کشتی ہوئی اس نے واقعی اس کو پچھاڑ دیا اور آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور وہ شہید بھی ہوئے۔ ابو جہل کو دیکھ کر دونوں بھائیوں نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہمیں ابو جہل دکھائیے، ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول اکرم ﷺ کی کی شان اقدس میں گستاخی کی ہے۔ میں یہ شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمن کے بتانے پر دونوں لپک پڑے اور اس کا کام تمام کردیا۔

اس چھوٹے روزہ کا حکم اور اس کی پابندیاں سب کو معلوم ہیں۔ سب روزہ دار کھانے پینے سے اور ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں جو ممنوع ہیں لیکن اس بڑے روزہ کا خیال بہت کم لوگوں کو ہے۔ حالانکہ یہ روزہ ہم لوگوں کو اس بڑے روزہ کے طفیل ہی ملا ہے یوں سمجھئے کہ اس بڑے روزہ کے انعام میں ملا ہے۔ اور عید بھی اسی روزے کے طفیل میں ملی ہے۔ اگر اسلام نہ ہوتا تو نہ نماز ہوتی نہ روزہ ہوتا، اور دیکھ لیجئے جہاں اسلام نہیں وہاں نہ نماز ہے نہ روزہ۔ نہ کلمہ ہے نہ اللہ تعالیٰ پر یقین ہے۔ نہ اس کے واحد ہونے کا یقین ہے نہ حشر کا، نہ روز قیامت کا، نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا۔ یہ سب دولت ایمان ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہے۔ ہم گن بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا دولتیں ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہیں۔ اسلام کے طفیل میں آدمیت ملی ہے، انسانیت ملی ہے، روحانیت ملی ہے، اور مرنے کے بعد قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ملے گی اس کا تو پوچھنا ہی کیا۔

"وما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولاخطرعلیٰ قلب بشر"
نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

تو اس [طویل اور مسلسل] روزے کا لوگوں کو کم خیال آتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ اس روزہ [رمضان کے روزہ یا نفلی] میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کھانا کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ روزہ ٹوٹ جائے تو ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں، تب ان کی قضا ہو گی لیکن وہ روزہ جو اسلام کا روزہ ہے اس کا بہت کم لوگوں کو خیال ہے۔ ہم بتاتے ہیں کہ اس میں کیا کیا چیزیں منع ہیں۔ اس میں کھانے پینے کی محدود چیزیں جو حرام ہیں منع ہیں، اس میں شرک منع ہے، سب سے بدتر چیز جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے وہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان اللہ لایغفران یشرک بہ ویغفرمادون ذالک لمن یشاء "

قرآن مجید میں صاف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا باقی جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔

شرک کیا ہے، آپ سمجھ لیجئے، اس کو سب برا سمجھتے ہیں، آپ بھی برا سمجھتے ہوں، عقیدہ یہ ہے کارخانہ عالم اللہ کا بنایا ہوا ہے اور وہی چلا رہا ہے" الالہ الخلق والامر" اسی کا کام ہے پیدا کرنا، اسی کا کام ہے چلانا۔ اسی کو مانتے ہیں کہ خالق ارض وسماوات اور کائنات چلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن بہت سے بھائی ایسے ہیں جن کے دل میں اور کبھی ان کے دماغ میں یہ بات پورے طور پر جذب نہیں ہوتی ہے کہ کائنات کا چلانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ کارخانہ عالم تو اللہ تعالیٰ نے بنایا" کن فیکون " کہہ دیا بس بن گئی لیکن چلانے میں دوسری ہستیاں بھی شریک ہیں۔ جیسے کوئی بادشاہ اپنی مرضی سے کوئی کام کسی کے سپرد کردے، کسی کے ذمہ کردے، بھائی تم خیرات بانٹا کرو، تم دیکھو کھانے پینے کا خیال رکھنا، غلہ پہنچادو، کچھ پہنچادو، جس کی ضرورت ہو کوئی بیمار ہو، اس کو شفادے دو، کسی کے اولاد نہیں ہے اس کو اولاد عطا کرو، کوئی مصیبت میں گرفتار ہے اس کی خلاصی کرو۔ کسی کا مقدمہ جتادو وغیرہ۔ وغیرہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ذمہ کچھ کارخانے کر دیئے ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہو گی۔ ان کی قبولیت اور بزرگی کی وجہ سے اور اپنے ارادہ سے سپرد کیا ہے اور جب چاہے گا لے لے گا۔

لیکن ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا ہی کام ہے پیدا کرنا اور میرا ہی کام ہے چلانا، اور حکم دینا، الالہ الخلق والامر"۔

یہ دنیا تاج محل نہیں ہے کہ شاہجہاں بنا کر چلے گئے اب اس کے بعد کوئی چاہے دیوار پر کچھ لکھ دے، دھبہ لگادے، کھونچا لگادے، کوئی حصہ توڑ دے، وہ کچھ نہیں کرسکتے، ان کے بس میں کچھ نہیں اور شاہجہاں کیا خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور حکمران ہو۔

لیکن وہ کارخانہ یعنی کارخانہ عالم پورے طور پر اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے وہی خالق کائنات ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور وجود بخشنے والا ہے، اور وہی حکمران سیاہ وسفید کرنے والا ہے۔ جلانے مارنے والا، روزی اور اولاد دینے والا ہے۔ "انما امرہ اذاارادہ شیئا ان یقول لہ کن فیکون "اولاد دینا، روزی دینا، قسمت اچھی، بری کرنا، ہرانا، جتانا اور کسی کو عزت دینا کسی کی آئی ہوئی بلا کو ٹالنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس دنیا کا ایک پتہ بھی اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر ہل نہیں سکتا پوری باگ ڈور عنان حکومت اور کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ توحید کامل ہونی چاہئے۔ اولاد وہی دے سکتا ہے، روزی وہی دے سکتا ہے، عزت وہی دے سکتا ہے، جلانا مارنا اسی کا کام ہے یہ نہ کسی ولی کے قبضہ میں ہے نہ کسی ابدال کے قبضہ میں ہے، ایک بات یہاں سمجھئے۔ پہلے عقیدہ توحید کو جانچئے کہ آپ اللہ ہی کو مسبب الاسباب سمجھتے ہیں اور خالق ورازق سمجھتے ہیں۔

ایک بات تو یہ اور اس کے بعد دوسری بات، قیامت کا یقین اور آخرت کا یقین ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ کو آخری پیغمبر ماننا، خاتم النبیین، سید المرسلین، شفیع المذنبین، محبوب رب العالمین ماننا اور یہ ماننا کہ شریعت انہی کی چل رہی ہے اور قیامت تک چلے گی اور آخرت میں کام کرے گی۔ قیامت تک اور کسی کی شریعت نہیں چلے گی۔ اگر کوئی آپ ﷺ کے بعد نئی شریعت لے کر آئے تو وہ کذاب اور دجال ہے، ملحد ہے، دین کا باغی ہے اور واجب القتل ہے، شریعت محمدی ﷺ ہے اور وہی قیامت تک چلے گی اور ہر جگہ چلے گی۔ اس پر جو چلے گا وہی فلاح یاب ہو گا اور سرخرو ہو گا۔

آپ ﷺ حبیب خدا ہیں، جو آپ ﷺ سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرتا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا [تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک میں اسے اپنے باپ سے، بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں]۔ یہ مرتبہ اور کسی بزرگ، ولی کیا چیز کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں ملا۔ یہ مرتبہ خدا نے آپ ﷺ کے لئے رکھا تھا، ایک تو یہ کہ آپ پر ایمان بھی ہو، عقیدہ بھی ہو، محبت بھی ہو اور شفاعت کا شوق بھی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ میں شریعت پر چلنے کا اہتمام بھی ہو اور آپ پوچھیں، آپ کے اندر جذبہ اور جستجو اس بات کی پیدا ہو کہ مسئلہ بتایئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں یہ بات پورے طور پر نہیں ہے۔ شادی بیاہ کس طریقہ پر ہو

۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کیا طریقہ کا تھا، خوشی کا اظہار اور غم کا اظہار بھی شریعت اور سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔

ماتم کرنا، گانا بجانا، یہ ترک واحتشام دھوم دھام، اور شادیوں میں وہ سب کام کرنا، چاہے سود لے کر اور زمین بیچ کر، رشوت لے کر ہو، بس جس سے نام ہو ہماری حیثیت عرفی بلند ہو، لوگوں میں اونچے سمجھے جائیں، اور یہ جہیز کا مطالبہ اور نہ دینے پر نازیبا سلوک کہ گردن شرم سے جھک جائے کیسی بری بات ہے۔ یہ سب شریعت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، ان سب باتو ں میں ہم شریعت کے پابند ہیں۔ صرف نماز وروزہ میں ہی پابند نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں پابند ہیں، ہر چیز میں ہمارے لئے نمونہ اسوۂ رسول اللہ ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [اے پیغمبر ﷺ! لوگوں سے] کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔[آل عمران:۳۰،۳۱]

تو ایک بات یہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل ہو، اور شریعت کو آپ سمجھیں کہ وہ پوری زندگی میں نافذ ہے۔ پوری زندگی پر اس کا سایہ ہے، پوری زندگی اس کے ماتحت ہونی چاہئے یہ نہیں کہ بس نماز اور روزہ شریعت کے مطابق ہے۔ اس کے لئے مسئلہ پوچھیں، اور نکاح وطلاق، تجارت وکاروبار میں آزاد ہیں۔ لاٹری بھی چل رہی ہے، جوا بھی چل رہا ہے، ٹیلی وژن بھی دن رات چل رہا ہے، [جو لہو الحدیث کی بہترین تشریح ہے] اسراف اور فضول خرچی بھی چل رہی ہے، نمود ونمائش بھی جاری ہے، ہمسایہ قوم کی نقالی بھی چل رہی ہے ۔ ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد روزہ میں جیسے غیبت منع ہے ایسے ہی اس روزہ میں بھی غیبت منع ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولنا، فحش بکنا، رشوت لینا اور رشوت دینا، سود خوری، اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ روزہ کے بعد ہم آزاد ہیں۔ ہرگز نہیں ہم آزاد نہیں ہیں، وہ روزہ برابر چلتا رہے گا۔ وہ روزہ اب بھی ہے بلکہ وہ اس روزہ پر سایہ فگن ہے، اور یہ روزہ اس روزہ کا جز ہے جو آپ رکھ رہے ہیں۔ وہ روزہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے، یہی سب سے بڑی چیز اور تمنا کرنے کی ہے۔ بلکہ جس کے لئے جان کی بازی بھی لگادینی چاہئے ۔ ہماری آزادی، غریبی، مفلسی، دوستی، دشمنی، کامیابی اور ناکامی یہ سب کچھ گزر جائے گی۔ بس خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اولیاء اللہ کو اس کی بڑی فکر تھی ۔ ان کے حالات پڑھیئے جن کا نام لینے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ان کو یہ فکر ہوتی تھی بلکہ دوسروں سے دعا کراتے تھے کہ خاتمہ بخیر ہو۔ سب کے دل کو یہ لگی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بخیر فرمایا، ان کا ذکر خیر باقی رکھا، رمضان ختم ہونے کے بعد آپ یہ نہ سمجھیں کہ چھٹی ہوگئی، اب ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ ہرگز ایسا نہیں۔ آپ آزاد بالکل نہیں ہیں، آپ کے گلے میں اسلام کا طوق پڑا ہوا ہے، آپ کی تختی، آپ کے شناختی کارڈ پر لکھا ہے کہ آپ مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس روز کا حساب ہوگا اور اس روزہ کا بھی حساب وکتاب ہوگا۔ ہم نے آپ کے سامنے آیت پڑھی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" ۔ میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا چاہے کوئی تبدیلی لانا چاہے، سلطنت کہے، بادشاہ کہے کہ ایسا کرو اور ویسا کرو، بڑے سے بڑا مسلمان اور علم کا دعویٰ کرنے والا کہے کچھ ہونے کو نہیں۔ جو چیز حرام ہے قیامت تک حرام رہے گی۔ دنیا میں کسی کو یہ اجازت نہیں اور نہ اس کی مجال ہے کہ اس میں ترمیم کرے۔ شریعت میں اب کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی۔ وہ چیزیں جو حرام ہیں حرام ہی رہیں گی۔ اب سے آپ ارادہ کرلیں کہ اگر کسی کی جائیداد آپ کے قبضہ میں ہے اور آپ کی نہیں ہے تو اس روزہ کا تقاضہ ہے کہ آپ اس جائیداد کو چھوڑدیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوگا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ایسا کریں اور کہیں کہ لو اپنی جائیداد، اپنا ترکہ یہ تمہیں مبارک ہو اب ہم نے توبہ کرلی ہے۔ کوشش یہ کیجئے کہ آپ کا روزہ صحیح طریقہ پر ہو، شاہ غلام علی صاحب، مجددی، دہلوی رحمہ اللہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے کبار مشائخ میں سے تھے نواب میر خان نے جو ان کے مرید تھے ارادہ کیا، جب انہوں نے سنا کہ حضرت کے یہاں پانچ پانچ سو آدمی رہتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور آپ ہی کو ان کی ضروریات پوری کرنا پڑتی ہیں، کوئی آمدنی نہیں، کوئی جائیداد نہیں، تو انہوں نے ایک بڑی رقم پیش کرنی چاہی، اور کہا کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں۔ فرمایا کہ فقیر نے روزہ رکھا تھا اور جب آفتاب ڈوبنے لگے تو کوئی روزہ نہیں توڑتا اب میرا آفتاب عمر ڈوبنے کے قریب ہے اب کوئی جتنا کہے یہ چیزیں لے لو، یہ دوا کھالو، میں روزہ نہیں کھولوں گا۔ تمام دن روزہ رکھا اور جب افطار کا وقت قریب ہے تو توڑدوں"

ہر شخص یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ اسلام کا روزہ ہے، ساری عمر کا روزہ ہے، کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ جو چیزیں حرام ہیں، حرام ہیں، غلط ہیں، عقیدہ خالص ہونا چاہئے۔ سمجھ لیجئے، نہ کوئی قسمت بری بھلی بنا سکتا ہے، نہ کوئی آئی ہوئی بلا کو ٹال سکتا ہے۔ نہ اولاد دے سکتا ہے نہ نوکری دلا سکتا ہے، کہ آپ کسی اور سے مانگ لیں، جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگیں، جو سمیع ومجیب ہے۔ وہ فرماتا ہے" واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون" ۔

بقیہ صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمالیں۔

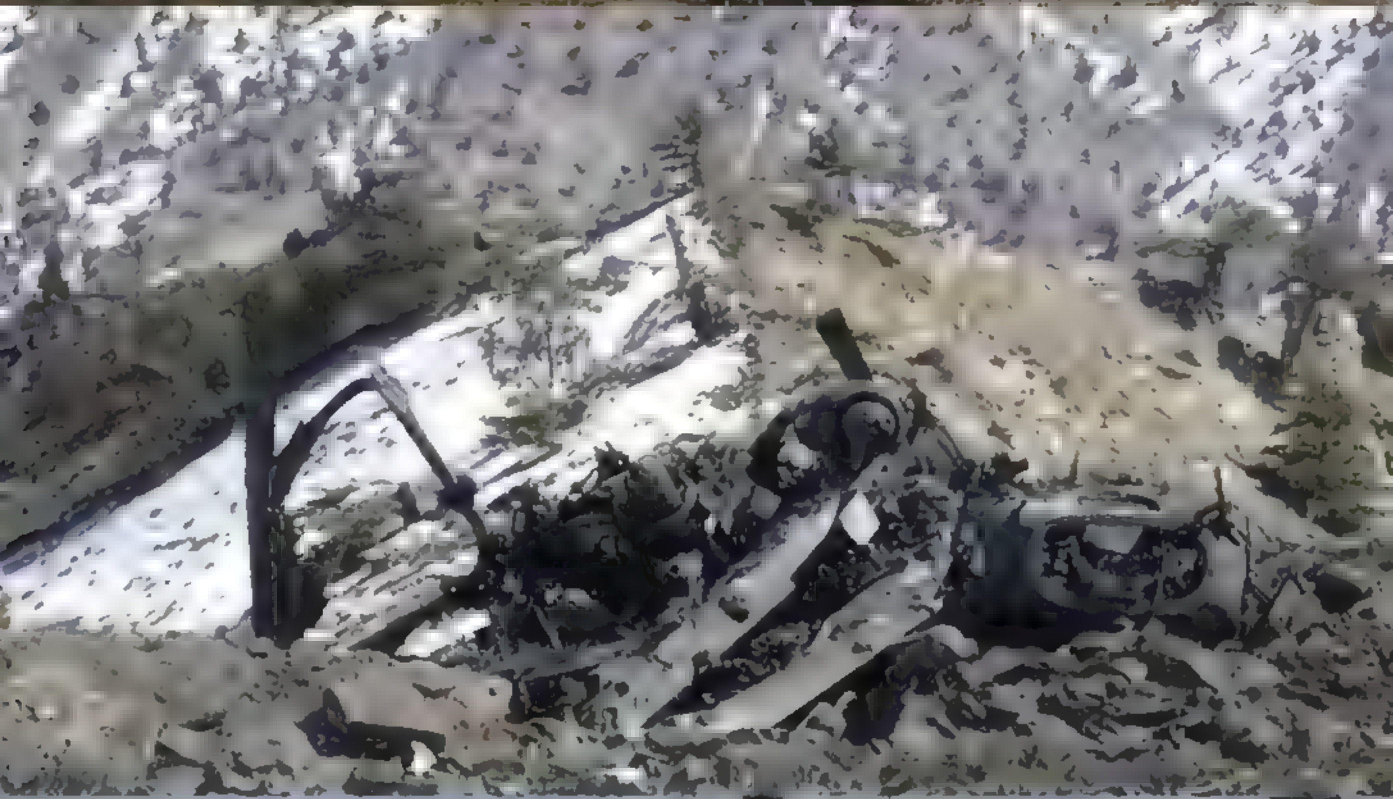

قومی ملیشیا کے اہلکار معاف نہیں کئے جائیں گے

تحریر: رحیمی

معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ بھی افغانستان میں روس کے نقش قدم پر چل رہا ہے، انہوں نے روس کے ناکام تجربوں سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا ہے، جب سوویت یونین کا شیرازہ افغانستان میں بکھر گیا اور 15 فروری 1988ء میں اس کا آخری فوجی افغانستان سے نکل گیا پھر بھی وہ اپنے شیطانی منصوبوں سے باز نہیں آیا اور بدستور افغانستان میں مداخلت کی حماقت کرتا رہا، روس کے خفیہ ادارے (KGB) نے کمیونسٹ رہنما ڈاکٹر نجیب کی حکومت کے دفاع اور بقا کے لئے افغان قوم کو لسانی اور قومی بنیاد پر کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

چونکہ نجیب کی سربراہی میں کمیونسٹ حکومت کی فوجی قوت ختم اور دفاعی سسٹم ناکارہ ہو چکا تھا، فوج کی از سر نو تشکیل ناممکن کام تھا، اس لئے انہوں نے مراعات اور امتیازات دینے کا سلسلہ شروع کر کے افغان قوم کے اندر قومی اور لسانی نفرت کی آگ لگادی، مجاہدین کے مقابلے میں قومی اور لسانی بنیاد پر تشکیل ہونے والے گروہوں کو مسلح کر دیا، ازبک، پشتون، ہزارہ اور تاجک قوم کے لشکر مسلح کر دیئے گئے جن میں سب سے بڑا لشکر دوستم کا گلم جم نامی لشکر تھا جو افغانوں پر مظالم ڈھانے میں زیادہ شہرت حاصل کر چکا ہے۔

روس اور ڈاکٹر نجیب کا بنیادی مقصد برادر اقوام کو باہم دست و گریباں کرنا تھا تاکہ وہ اقتدار میں رہے یا کم از کم قومیت، لسانیت اور عصبیت کے نام پر ختم ہونے والے اقتدار کو سہارا دیکر مضبوط کریں۔

پشتون قوم میں ان کی آشیرباد سے تشکیل پانے والے لشکر کے اہلکاروں کی تعداد دوسری قوموں کی بہ نسبت بہت کم تھی، خانہ جنگی میں بھی ان کا کردار اہم نہیں تھا، اس کا سبب شاید وسائل کی کمی تھی یا کمیونسٹ نظام پر ان کا عدم اعتماد اور جہاد میں اکثریت کی شرکت تھی۔

روس کی شکست اور افغانستان سے انخلاء کے بعد توقع کی جارہی تھی کہ نجیب کے فرسودہ نظام حکومت کا سورج جلد غروب ہو گا لیکن نجیب کا عہد حکمرانی ان مسلح جنگجوؤں کی بدولت اور معاونت سے ایک عرصے تک قائم رہا اور پھر انہی کمیونسٹ جنگجوؤں اور کمیونسٹ جرنیلوں جنرل آصف دلاور، جنرل دوستم، جنرل مومن، جنرل باباجان اور جنرل مجید روزی نے کے، جی، بی کی ہدایت پر مجاہدین کو کابل میں فاتحانہ انداز سے داخل ہونے سے روک دیا، اس وقت نجیب کی بدنام حکومت ختم ہو چکی تھی لیکن مسلح ملیشیا کے بل بوتے پر کمیونسٹ جرنیل پھر بھی برسر اقتدار رہے، کابل کے کچھ حصوں پر مجاہدین نے کنٹرول حاصل کیا لیکن ملیشیا نے مجاہدین کو وہاں سے واپس پیچھے دھکیل دیا، پھر احمد شاہ مسعود کے ساتھ اتحاد کرنے کے بعد شوری نظار کے سربراہ احمد شاہ مسعود کو جنرل مومن کے ٹینک پر سوار لا کر کابل پہنچادیا گیا جہاں انہیں وزارت دفاع کی عمارت میں ٹھہرادیا گیا، اس کے بعد افغان قوم پر جو برا وقت گزرا وہ تلخ یادیں اب بھی قوم کو اذیت دے رہی ہیں، یہاں تک کہ ان مسلح جنگجوؤں کے ہاتھوں پیارے ملک افغانستان اور افغان ملت کو اتنا نقصان پہنچا کہ روسی افواج کے مظالم کو بھی وہ پیچھے چھوڑ گئے۔

آج روس کی بجائے امریکہ کھڑا ہے اور نجیب کے مسند پر کرزئی براجمان ہے، دونوں روس اور نجیب کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، امریکہ ہزیمت اٹھانے کے بعد 2014 کے اختتام تک افغانستان سے راہ فرار اختیار کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہے جس پر ابھی سے انہوں نے عملدرآمد شروع کر دیا ہے اور امریکی اور اتحادی فوجیوں کے انخلاء کا سلسلہ جاری ہے لیکن بدترین شکست کا انتقام افغان ملت سے لینے کے لئے انہیں آپس میں باہم دست و گریبان کرنا چاہتا ہے، اس مقصد کے لئے وہ علاقے میں چند اوباش اور جرائم پیشہ افراد کے ہاتھوں اسلحہ تھما کر چیک پوسٹوں میں تعینات کر رہے ہیں تاکہ ان کے ذریعے افغان قوم کے اسلامی اور ملی اقدار کو پامال کر سکے۔

اس سلسلے میں قومی لشکر (اربکیان) کے نام سے مسلح ملیشیا کی تشکیل شیطانی منصوبوں اور سازشوں کی ایک کڑی ہے، یہ مسلح جرائم پیشہ ملیشیا امریکی آشیرباد سے مظلوم عوام پر انسانیت سوز مظالم ڈھارہے ہیں، لوگ ان کے دردناک مظالم سے تنگ آچکے ہیں، کہیں ان کی شنوائی نہیں ہو رہی، کئی علاقوں میں ستم رسیدہ لوگ مظالم کی روک تھام کے لئے خود ملیشیا میں گھس جاتے ہیں، ان جرائم پیشہ عناصر کی دلخراش داستانوں سے انسانیت کی جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔

جن صوبوں اور علاقوں میں قومی ملیشیا کے اہلکاروں کو تعینات کیا گیا ہے وہاں عوام ان کے مظالم اور غیر انسانی سلوک سے تنگ آگئے ہیں،

بقیہ صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمالیں۔

تحریر: سید سعید

جمہوریت کی مثال

افغانستان میں جمہوریت پسند حضرات نہایت خوش وخرم دکھائی دیتے ہیں، وہ اس بات پر خوش ہیں کہ ماضی کی نسبت اب یہاں جمہوریت مستحکم ہوئی ہے، وہ جمہوریت کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ "عوام پر عوام کی مرضی کے مطابق عوام کی حکومت" لیکن عملی میدان میں جب ہم دیکھتے ہیں تو معاملہ بالکل اس کے برعکس نظر آتا ہے، یہاں جمہوریت کی آمد اور اس کی حقیقت کی چند مثالیں آپ سے شیئر کریں گے۔

یہ جمہوریت ہے کہ بی باون اور ایف سولہ طیاروں کے بموں اور کروز میزائلوں سے افغانستان کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا، ہزاروں لوگ شہید اور ہزاروں پس زندان چلے گئے، آبادی کو ملیامیٹ اور سرسبز باغات کو اجاڑ دیا گیا، جنگلات کو تباہ کر دیا گیا۔ جی ہاں یہ جمہوریت ہے کہ معاشرتی برائیوں کی شرح میں کئی گنا اضافہ دیکھنے کو ملا، چار سالہ معصوم بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کے دل دہلا دینے والے واقعات میں نمایاں اضافہ ہوا۔ یہ جمہوریت ہے کہ بدعنوانی میں افغانستان عالمی سطح پر پہلے نمبر پر آیا۔ یہ جمہوریت ہے کہ جج رشوت، فساد، ناجائز فیصلے کرنے اور جنسی تعلقات جیسے جرائم میں ملوث پائے گئے۔ یہ جمہوریت ہے کہ مظاہرین کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان پر فائرنگ کی جاتی ہے اور انہیں بلاجواز گرفتار کیا جاتا ہے۔

یہ جمہوریت ہے کہ صحافیوں کی آزادی سلب کی جاتی ہے، ان پر تشدد کیا جاتا ہے اور انہیں مختلف مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ جمہوریت ہے کہ افغان فوجیوں کو کھلی چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں کسی کے گھر میں گھس جائیں، سوئے ہوئے لوگوں کو گرفتار کریں، ان پر تشدد کریں، ان کی عزت لوٹ لیں اور چادر اور چاردیواری کا تقدس بھی پاؤں تلے روندیں۔

ہاں یہ جمہوریت کہ شہداء، زخمیوں، قیدیوں اور تشدد کا نشانہ بننے والے افراد کے رشتہ دار، قاتلوں اور ظالموں کے خلاف خاموشی میں عافیت سمجھیں کیونکہ قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ ان کے لئے جان لیوا ثابت ہو گا۔

یہ جمہوریت ہے کہ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والے لوگوں پر جرائم پیشہ افغان فورسز وحشیانہ ظلم کرتی ہیں، انہیں مخالفین قرار دیکر مارنے اور قید کرنے کا جواز پیدا کرتی ہیں۔

جمہوریت ہے کہ دین اسلام کی توہین کرنے، دین کو چھوڑنے، اسلامی اقدار کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے اور اسلاف کو برا بھلا کہنے کو بیان کی آزادی قرار دیا جاتا ہے۔

جمہوریت ہے کہ پیسہ کمانے کے لئے جو بھی ذریعے استعمال کریں وہ جائز ہے اگرچہ دوسروں کی جنسی خواہشات کی تکمیل سے ہو، کیونکہ یہ بازار کا اچھا کاروبار سمجھا جانے لگا ہے۔

جمہوریت ہے کہ زبان، قلم اور نظم ونثر کے ذریعے جنسی بے راہ روی کو ہوا دی جاتی ہے اسے ترقی کا معیار اور روشن خیالی قرار دیا جاتا ہے۔

مختصر یہ جمہوریت ہے کہ آسمانی قوانین کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، جائز اور ناجائز، حق اور باطل کو ایک پلے میں تولا جاتا ہے اور ترجیح دینا صرف اور صرف لوگوں کی ذاتی رائے، نفسی خواہشات اور احساسات تک محدود ہے۔

***

صبحِ آزادی کیسے طلوع ہوگی؟

محمد فرہاد جانباز

میں سمجھتا ہوں جب تک میری ارضِ افغان کی حالت یوں ہی دِگرگوں رہے گی، تب تک میرا دل بے چین رہے گا۔ میرا ایک خیال یہ بھی ہے کہ جب تک دلِ مسلم کو زندہ تمنا نہیں مل جاتی، تب تک میری روح تڑپ نہیں سکے گی۔ میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ جب تک عالمِ اسلام میں حرکت و بیداری پیدا نہ ہوئی، تب تک میرے قلبِ ناتواں کو طاقت اور یخ بستہ دل کو گرمائش نہیں پہنچ سکے گی۔ نتیجۃً آنکھوں سے آنسو نکل کر پلکوں پر اٹکتے جائیں گے۔ پھر جوں جوں میری بوجھل پلکیں، جھپکیں گی، توں توں اشک ٹپکتے رہیں گے۔ چہرہ تر ہوتا رہے گا۔ سنتِ نبوی بھیگتی رہے گی۔

نہ جانے میری عزیز از جان، ملتِ اسلام کو کس کی نظرِ بد لگ گئی ہے کہ اس کی صورتِ حال دن بہ دن نازک سے نازک تر ہوتی چلی جارہی ہے۔ مجھے اس بات، اس پہلو اور اس رُخ پر بھرپور نگاہِ عدل ڈالنا ہوگی کہ اس تمام تر افسوس ناک اور دل فگار معاملے کی اصل وجہ کیا ہے؟ اور کیوں ہر روز کا ڈھلتا سورج اہلِ اسلام پر ایک نئی شامِ غم کا اضافہ کرکے نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے؟ !اور کیوں یہ امت کسی قصۂ پارینہ کا ایک بھولا بھٹکا کردار محسوس ہونے لگی ہے؟ !اور کیوں یہ امت کسی نئے افسانے کا پُرانا سا پسِ منظر لگنے لگی ہے؟ !جب میں ایک مسلمان ہونے کے ناتے اس اہم ترین مسئلے کو قرآن و سنت کے ترازو میں تولتا ہوں، تو یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ "یہ سب کچھ تمہارے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے۔" اور "یہ سب کچھ تمہارے دلوں میں مرضِ وہن (دنیا کی محبت) داخل ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔" میرا قرآنِ مقدس اور حدیثِ مبارکہ کے مذکورہ جواب پر کامل ایمان اور مکمل یقین ہے۔ یقیناً جب سے ہم مسلمان بہ حیثیتِ قوم، رب العالمین کی رضا کے بجائے، اپنی مرضی کی خود ساختہ راہِ مُہلک پر قدم رکھ کر آگے کی طرف رواں دواں ہیں، تب سے ناکامی، نامرادی اور ناکامرانی کا بار بار سامنا کررہے ہیں۔ حدیثِ قدسی کہتی ہے کہ: "اے ابنِ آدم! ایک تیری رضا ہے اور ایک میری رضا ہے۔ اگر تُو میری رضا پر چلے گا، تو میں تیری رضا کو بھی پورا کروں گا۔ اور اگر تُو میری رضا پر نہ چلا، تو میں تجھ کو تھکا دوں گا اس میں ،جو تیری رضا ہے۔ اور (انجام کار) ہوگا وہی، جو میری رضا ہے۔"

اب اس حدیثِ قدسی کو مدِ نظر رکھ کر اپنا احتساب کیا جائے تو بلاشبہ یہ نتیجہ نکالنے میں ذرا دیر نہیں لگے گی کہ " ہم نے حجۃ الوداع پر بتائی گئی دو چیزوں "کلام اللہ اور سنتِ رسول اللہ" سے سرمو انحراف کرکے اپنی زندگی کو دوبھر کرکے رکھ دیا ہے۔ اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکمت کے اشارات اور انقلابی رمزوں سے بھری پڑی حدیثِ مبارکہ کی جانب نظر التفات کی جائے، تو اپنی کم عقلی اور ذلت و رسوائی کی بنیادی وجہ آفتابِ نصف النہار کی طرح روشن نظر آئے گی۔ کتنے خوب صورت پیرائے میں الفاظ کی صورت میں وہ موتی رولے ہوئے ہیں کہ: "اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ" یعنی تمہارے اعمال ہی در حقیقت تم پر حکمران ہیں۔

آہ! کتنا غم انگیز اور فکر خیز معاملہ ہے، جو ہمیں درپیش ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ: "جس طرح شریعتِ الٰہیہ کی رُو سے خنزیر اپنی ناپاک خوراک اور کھلی بے حیائی والے کاموں کی وجہ سے سراپا نجاست بن گیا ہے، اسی طرح ہماری سود خوری اور مالِ غریب پر آنکھیں چوڑی کرنے اور احکامِ الٰہی سے رُوگردانی کی وجہ سے ہمارے حکمران 'مجسّم گناہ' ہیں۔ یعنی ہمارے برے اعمال اور بھیانک گناہوں نے ایک خوف ناک، ڈراؤنے دہشت زدہ کردینے والی صورت اختیار کرلی ہے۔ جو کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رُو سے عذابِ الٰہی کا کوڑا بن کر ہمارے سروں پر برس رہے ہیں۔

پس اے میری قوم! اس تمام حقیقت کشائی کے بعد ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم اپنے غفار اور غفور الرحیم رب سے اپنے گناہوں اور برے اخلاق سے توبہ کریں۔ اس کی عبادت کو خالص اسی کے لیے ادا کریں۔ ہر مصیبت، پریشانی اور غم کے موقع پر اسی سے مدد کی التجاء کریں۔ عالمِ اسلام کے خلاف ایک ملت اور

ایک جان ہو جانے والے عالم کفر کے مقابلے میں کھڑے ہو جائیں۔ خود بھی راہِ جہاد میں جائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔ کیوں کہ یہ خوبی جان لینا چاہیے کہ امتِ مرحومہ پر ٹوٹنے والے آلام و مصائب کے موجودہ دور میں مسلمانوں کے اکثر سے زیادہ مسائل کے حل کا راز، مسلح جدوجہد اور اسلامی عسکریت میں پنہاں اور پوشیدہ ہے۔ اس کی واضح مثال افغانستان کا محاذ ہے، جہاں کے غیور مسلمانوں نے جہاد کے ذریعے امریکہ کی صورت میں سب سے بڑے مسئلے کا حل نکالا ہے۔ افغانستان میں صبحِ آزادی کا جو سویرا طلوع ہو رہا ہے، اس میں جہاد ہی کی وہ تلوار استعمال ہوئی ہے، جس نے شامِ غم کو کاٹنے میں بہت ہی مدد دی ہے۔ امریکہ کی واپسی، نیٹو کا اُلٹے پاؤں لوٹنا، ایساف کی واضح ناکامی، امریکہ کی سارے جہاں میں کھلی ذلت و رسوائی وغیرہ، سب جہاد کی اس اہمیت کی روشن مثالیں ہیں، جس سے چند مسلم راہ نماؤں نے ازراہِ مصلحت، منہ پھیرا ہوا ہے۔ اسی لیے دوسرے مظلوم مسلم خطوں کی مظلومیت کی شامِ غم کے ختم ہونے کے آثار ابھی تک دور دور تک دکھائی نہیں دیتے۔ ایک ہوتا ہے "محاورۃً" "کامیابی کے جھنڈے گاڑنا..... اور دوسرا ہوتا ہے "حقیقۃً" کامیابی کے جھنڈے گاڑنا..... دنیا جان چکی ہے طالبان نے قطر میں سفارتی دفتر کھول کر حقیقۃً کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ بڑی دل چسپ بات ہے اگر غور کیا جائے کہ طالبان نے اپنے لا الہ الا اللہ والے جھنڈے کا رنگ، سفید رکھ کر دنیا کو بہت ہی بامعنی پیغام دیا ہے۔ سفید رنگ اہلِ دنیا کی نظر میں امن وامان کی علامت گردانا جاتا ہے۔ اور اس زمینی حقیقت سے کائنات کی اگلی پچھلی تمام قومیں واقف ہیں کہ امن و آشتی کا دور دورہ کرنے والی قوم صرف اور صرف مسلمان ہی ہے۔ صلاح الدین ایوبی کا کردار، ہسپانیہ کی سرزمین، ہندوستان کی تاریخ اور طالبان کا موجودہ اور گزرا ہوا شاندار دور اس کی ایسی روشن مثالیں ہیں، جن کی چمک کو پروپیگنڈے، ہولوکاسٹ اور ظلم و ستم سمیت مغربی این جی اوز کے منافقانہ کرتوتوں کے اندھیرے سے چھپایا نہیں جاسکتا۔ بہر کیف! ایک اور اہم چیز یعنی تقویٰ اختیار کریں۔ یہاں تقویٰ سے متعلق ایک خاص نکتہ عرض کیے دیتا ہوں، جو ہماری گرتی پڑتی اور بے دلی سے بیتنے والی بے لذت زندگی کے لیے ایک عظیم الشان انقلابی محرک کی حیثیت کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ جو بندۂ خدا، تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اس کے کردار اور اعمال سے ایمان کی روح زندہ اور شاداب رہتی ہے، بلاشبہ تجربے کی بنیاد پر یہ بات کہی جا رہی ہے کہ خالق کے سوا تمام مخلوق کا مصنوعی رعب، دبدبہ اور خوف اس کے دل میں کبھی نہیں سما سکتا۔ اور یہی وہ اہم پوائنٹ، خاص نکتہ اور پوشیدہ راز ہے، جس کو پالینا، ہماری عزت اور سطوت کا بااعتماد ضامن ہے۔

جب ہم نے بہ حیثیتِ قوم، اس بااعتماد ضامن کا دامن تھام لیا تو لاریب! وہ صبحِ روشن اور اُجلا دن دور نہیں، جس میں میرے عزیز از جان، مذہب اسلام، وطنِ افغان سمیت عالمِ اسلام کی حالت ضرور سنبھل جائے گی۔ میرے اور قوم کے دلِ بے قرار کو قرار آجائے گا۔ جس سے روح بھی تڑپے گی اور قلب بھی گرمائش پالے گا۔ تب آنکھیں ڈبڈبائیں گی اور نہ ہی پلکیں آنسوؤں سے بوجھل ہوں گی۔ اور تب نہ ہی وطن کے غم میں گرم گرم اور نمکین اشک رخساروں پر بہتے ہوئے دامن کو تر کر سکیں گے اور نہ ہی زمین میں جذب ہو کر ضائع ہو سکیں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

❖❖❖

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سفر میں تھے راستے میں ایک مسجد میں رات گزارنے کا ارادہ کیا لیکن مسجد کے خادم نے منع کر دیا
امام فرمانے لگے: میں مسجد کے دروازے کے پاس سو جاتا ہوں
جب خادم نے امام کو مسجد کے دروازے پر سوتے دیکھا امام کو کھینچ کر مسجد سے دور کرنا چاہا یہ منظر ایک نانبائی نے دیکھ لیا جو مسجد کے آگے سے گزر رہا تھا اس نے امام کو اپنے گھر رات گزارنے کی پیشکش کی وہ امام کو جانتا بھی نہیں تھا اس کے گھر میں امام نے دیکھا کہ وہ نانبائی آٹا گوندھ رہا ہے اور کثرت سے استغفار(استغفر اللہ) کر رہا ہے
امام فرمانے لگے: کیا اس استغفار کرنے کا ثمرہ اور پھل بھی تمہیں ملا
نانبائی بولا: میں نے جو بھی مانگا اللہ مالک الملک نے عطا کیا
ہاں ایک دعا ہے جو ابھی تک قبول نہیں ہوئی امام نے فرمایا وہ کونسی دعا ہے نانبائی بولا: میرے دل میں کچھ دنوں سے یہ خواہش مچل رہی ہے کہ امام احمد بن حنبل کو دیکھوں امام فرمانے لگے: میں ہی احمد بن حنبل ہوں تمہاری دعا مجھے یہاں کھینچ لائی ہے

مجاھدین کی سفارتی کامیابی

اکرم تاشفین

الجزیرہ کی لائیو نشریات جاری تھیں، دوحہ قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کی افتتاحی تقریب تھی۔ امارت اسلامیہ کے انقلابی شاعر فقیر محمد درویش کی لحن داودی میں ترانہ دوحہ کی فضاوں میں گونج رہا تھا۔ ترانے کی گونج دلوں کو چھو رہی تھی۔ سفید کلمے والا پرچم فضا میں لہرایا تو جیسے دنیا پر بہار آگئی۔ جس پرچم کو جھکانے امریکا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ سات سمندر پار سے آدھمکا تھا وہی پرچم صرف بارہ برس بعد پوری آن بان سے لہرا رہا تھا۔ امارت اسلامیہ کا خوبصورت عنوان پھر اپنی قوت سے چمک دھمک رہا تھا جسے دیکھ کر ہر کینہ ور کے سینے پر مونگ دھل رہے تھے۔ فقیر محمد درویش کا ترانہ فضا میں ایک بار پھر اسلام کی آزادی، افغانستان کی خود مختاری اور مجاہدین کی کامیابی کے زمزمے بکھیر رہے تھا۔ ایک لمحے کے لیے شاید زمین اپنی گردش بھول گئی شاید فلک نیلگوں کو اپنا ہوش نہ رہا۔ کفر کی دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ مجاہد کی اذاں گونج رہی اور اس کے زمزمے آفاق کو منور کرنے لگے تھے۔ فضا میں ایک طلسم سا بکھرنے لگا۔ ساری دنیا کے مظلوم مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے ہونے لگے۔ مجاہدین کی فتح کی بشارتیں اور موہوم خبریں آج ایک حقیقت بن کر سب کے سامنے تھیں۔ آج کھلی آنکھوں سے دنیا مجاہدین کی کامیابی کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ اس سے قبل مجاہدین کی خبریں بھی سنتے تھے اور اس کے خلاف دشمن کے پروپیگنڈے بھی مگر جو چیز آج آنکھوں کے سامنے تھی اسے جھٹلایا نہیں جاسکتا تھا۔ امارت اسلامیہ کے اکابر اس دن کسی فتح کی جوش میں سرشار ہونے کی بجائے سجدہ تشکر میں زمین بوس نظر آرہے تھے۔ بالکل وہی فتح مکہ کا سا منظر تھا۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فاتح بن کر مکہ میں داخل ہو رہے تھے، مکہ کے سارے کافر جو آپ کے جانی دشمن رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معاف فرمایا، مکہ میں داخل ہوتے وقت آپ کا سر عاجزی سے اللہ کے حضور جھکا ہوا تھا۔

اسلامی خلافت کی وہ ہلکی سی جھلک جسے مٹانے کے لیے 49 ممالک کے لشکر کیل کانٹوں سے لیس ہو کر غریب افغانستان کے نہتے مجاہدین پر ٹوٹ پڑے تھے آج وہ سب انتہائی لاچار، انتہائی بے بس انتہائی مجبور نظر آرہے تھے۔ ہوا کی لہروں پر جب پرچم کے بل کھل رہے تھے تو کافروں کے سینوں میں بغض کی گٹھلیاں پیدا ہو رہی تھی۔ کلیجے ان کے منہ کو آنے لگے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح جاکر یہ سب تہس نہس کر دیں۔ کسی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اربوں ڈالر کے اخراجات اور انسانیت کو لرزا دینے والے مظالم کے بعد بھی مجاہدین اتنے کامیاب کیوں ہو رہے ہیں۔ مگر یہ سب تو اللہ تعالی کی نصرت تھی۔ یہ صرف اسی ذات کا کرم تھا جس نے مجاہدین کو پھر سے منظم کیا۔ کسے یاد نہیں 2001ء میں جب امارت اسلامیہ کا سقوط ہو رہا تھا مجاہدین کن مشکلات سے دوچار تھے۔ کون کون سے آلام اور مصائب تھے اور کون سی مشکلات تھیں جس نے مجاہدین کو بکھیر کر رکھ دیا۔ ساری دنیا امریکا کے خوف سے اس کے خلاف زبان ہلانے کی بھی جرات نہیں کرپا رہی تھی۔ افغانستان کے چپے چپے پر ان کے جاسوس طیاروں کی نظریں تھیں۔ ضمیر فروش جاسوسوں کے لشکر بھیڑیوں کی طرح مجاہدین کا پیچھا کر رہے تھے۔ وہ خوبصورت جوانیوں والے عرب مجاہدین، وہ کڑیل بہادر افغان مجاہدین B52 طیارے بو سونگ سونگ کر جن کا پیچھا کر رہے تھے۔ شہیدوں، یتیموں اور بیواؤں کی بے چارگیوں کے مناظر دیکھ کر دل پھٹنے لگتے تھے۔ مہاجرین کے قافلے دربدر پھر رہے تھے۔ وہ افغان عفتیں جنہیں پردے کے اندر بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا ہجرت کی ساعتوں میں بے وقعت نظر آئیں۔ افغانوں کا اس پر ایمان تھا کہ اہل ایمان پر مشکلات آتی ہیں اس لیے ہمیشہ صبر اور استقامت سے مقابلہ کیا صرف گیارہ برس گزرے ہیں کہ دنیا میں ایک بڑا انقلاب برپا ہونے لگا ہے۔ سپر پاور اپنے جاہ وحشم کے ساتھ دھڑام سے نیچے کو آرہا ہے۔ اس کی محل کے کنگرے گر گئے ہیں۔ اس کی بنیادیں افغانوں کے خون کے سمندر میں بہہ گئی ہیں۔ اس کی طاقت کا پندار ٹوٹ رہا ہے۔ اس کی ساری لن ترانیاں عنقا ہو گئی ہیں۔ جس جوش غضب میں آیا تھا اب وہ غصہ سب کافور ہو چکا ہے۔ اب ایک ہی آرزو ہے راستہ اور واپسی کا پر امن راستہ۔ مذاکرات، کانفرنسیں، ذرائع ابلاغ سب کا مقصد اس واحد ہدف کا حصول ہے اور بس۔ جس غرور اور تکبر میں کروسیڈ وار کا اعلان کیا تھا اب اسی الحاح وزاری سے مذاکرات کی پیش کش کر رہا ہے۔

بہت بم برسائے، بہت بمباریاں ہوئیں، گاوں کے گاوں صفحہ ہستی سے مٹا دیے

گئے مگر یہ افغان ہیں جن کے گھر گروندے بن جاتے ہیں مگر حوصلوں پر آنچ بھی نہیں آتی۔ طالب اپنا ایمانی عزم لیے پامیر کے دیو ہیکل چٹانوں کی طرح پورے عزم اور بھرپور استقلال کے ساتھ میدان کارزار میں کھڑا نظر آرہا ہے۔ وہ اپنے موقف سے انچ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹا۔ نائن الیون جسے دنیا تبدیلی کی ایک تاریخ کے طور پر یاد رکھے گی، جب دنیا کی ساری سٹریٹجی تبدیل ہو گئی اور بین الاقوامی تعلقات کا ایک نیا باب شروع ہو گیا تھا دنیا کی ان ساری تبدیلیوں نے طالب کے ایمانی عزم کا کچھ نہیں بگاڑا۔ آج دنیا پھر سے اس کی بات سننے کو آمادہ اور اس کو اس کا حق دینے کو تیار نظر آرہی ہے۔ اقتدار میں حصہ داری، بیش بہا دولت کی پیش کشیں یہ اور اس طرح کے بہت سے دجالی ہتھکنڈے آزمائے جاچکے ہیں مگر ہر وار ان پر ہی لوٹایا جاچکا ہے۔ طالب نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ 49 مضبوط معاشی ممالک اپنے ساری ٹیکنالوجی سمیت فدائی لشکروں کے سامنے لاچار ہو چکے ہیں۔ فدائی ایک خوف ہے جو ان کی دماغوں میں جگہ بنا چکا ہے۔ نامعلوم راستوں سے آتے ہیں اور موت کو ہتھیار بنا کر صلیبیوں کی جانیں لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فدائی مجاہدین کی قربانیاں ہیں کہ سارے صلیبی یک زبان مذاکرات کے لیے سرگرم عمل دکھائی دے رہے ہیں۔

دشمنان اسلام کا وطیرہ رہا ہے کہ جب وہ میدان جنگ میں ہارنے لگتے ہیں تب ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنی عیاریوں اور چالاکیوں سے دشمن کو زیر کریں۔ اس لیے ہر ناکامی کے بعد وہ مذاکرات اور پرامن حل کے ذریعے معاملہ نمٹانے کی بات کرتے ہیں۔ مذاکرات کی پیش کش کر کے امریکا دراصل ایسی ہی کوئی چال چلانا چاہتا تھا۔ امارت اسلامیہ کے دنیا بھر کے ہمدردوں میں اس حوالے سے ایک تشویش پائی جاتی تھی کہ کہیں مجاہدین جیتی ہوئی جنگ مذاکرات کی میز پر ہار نہ جائیں۔ مگر اب تک کی صورتحال دیکھیے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت سامنے نظر آرہی ہے، مجاہدین یہاں بھی بحمد اللہ پوری طرح کامیاب وکامران نظر آرہے ہیں۔ مغرب ایک بار پھر اس شخص کی طرح حیران وپریشان کھڑا ہے جسے بیچ چوراہے شب کوری ہو جائے، نہ آگے کا راستے دکھائی دے نہ پیچھے کا۔

قطر میں دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کی موجودگی میں امارت اسلامیہ کے دفتر کا افتتاح اور پرچم کشائی دراصل اس بات کا اعلان تھا کہ امارت اسلامیہ اپنا وجود رکھتی ہے۔ امریکا سمیت دنیا بھر کی جانب سے اس کا خیر مقدم امارت اسلامیہ کے وجود کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرنے کا باقاعدہ اعتراف تھا۔ مذاکرات کی کامیابی اور ناکامی بعد کے مراحل ہیں، دفتر کے افتتاح سے امارت اسلامیہ جو مقاصد حاصل کرنا چاہتی تھی وہ اس نے پہلے دن حاصل کر لیے۔ دنیا بھر کو کلمے والے جھنڈے کی شان وشوکت دکھادی۔ اب اگر امریکا اپنی ہٹ دھرمی کے باعث جھنڈے اور امارت اسلامیہ کا نام ہٹانے پر ہی اصرار کرتا رہے گا تو یہ اپنی سبکی اور تخفیف کو اور بھی شدید کرنے کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ مجاہدین گیارہ سال لڑے ہیں اب بھی لڑتے رہیں گے۔ مذاکرات کبھی ان کی مجبوری نہیں رہے۔ مجاہدین نے کبھی دشمن کو مذاکرت کی میز پر لانے کی کوشش نہیں کی۔ مذاکرات کی پیش کش قبول کرنے کا مقصد بھی محض یہ تھا کہ اگر مسئلہ پرامن طریقے سے حل ہو سکتا ہے تو کسی کا خون بہائے بغیر حل کر لیا جائے۔ مگر شرائط اپنی ہونی چاہئیں۔ امریکی شرائط پر مذاکرات افغانوں کی امیدوں کا خون ہو گا۔ اس لیے مجاہدین سے یہ توقع رکھنا یا یہ مطالبہ کرنا کہ وہ اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جائیں یہ ساری کوششیں عبث ہیں۔ مذاکرات کے جانب پیش رفت کا پہلا قدم مجاہدین نے پوری کامیابی اسے اٹھایا ہے اور اب تک پوری طرح سے کامیاب نظر آرہے ہیں۔

تجزیہ کاروں کی باتیں مگر کچھ اور کہتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکا نے طالبان کو مذاکرات کی میز پر دعوت تو دے دی مگر امریکا اب تک واضح الفاظ میں پالیسی اور شرائط طے نہیں کر پایا ہے۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ مذاکرات کی میز پر کون سی شرائط رکھے جس سے امریکا دنیا بھر میں اپنی عزت اور طاقت کا بھرم قائم رکھتے ہوئے پیچھے ہٹ جائے۔ اگر ایسا ہے تو یہ تو اور بھی امریکا کے لیے تخفیف اور سبکی کا باعث ہو گا۔ کیوں کہ مذاکرات کی میز پر ناکام موقف پیش کرنے کا مطلب اپنی ناکامی کا اعلان کرنا ہے۔ ادھر امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کا افتتاح اور پرچم کشائی باقاعدہ طور پر ہو چکی ہے۔ اب صرف بند ہی نہیں اگر اسے مسمار بھی کر دیا جائے تو کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ کیوں کہ مجاہدین اپنی چال چل چکے ہیں اور پوری کامیابی سے وار کر چکے ہیں۔ انہوں نے خود کو ایک بار دنیا سے منوالیا ہے۔ اب اگر یہ دفتر مکمل طور پر بند ہو جائے تو بھی امریکا کو کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ہاں اس کا نقصان امریکا کو ہو گا کہ مذاکرات کی جس پر وہ مجاہدین کو لانا چاہتا تھا مجاہدین اس سے اور بہت دور چلے جائیں گے۔ اس لیے امریکا کا فائدہ اسی میں ہے کہ بلا کسی تعطل اور اضافی شرائط کے جلد از جلد مذاکرات کا سلسلہ شروع کر دے۔

●●●

قطر میں طالبان کا سیاسی دفتر

تحریر: ابوظہیر

حساس سیاسی سفر کا آغاز: ذہانت اور فراست کی بڑی آزمائش

آخر کار عرب ملک قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امارت اسلامیہ نے اپنے سیاسی دفتر کا باقاعدہ رسمی افتتاح کیا، افتتاح کے کچھ دیر بعد وہ امریکہ جو ہمیشہ مغرورانداز میں امارت اسلامیہ کے جہادی اور سیاسی موقف کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا رہا آج اس نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ اس کا وفد طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لئے دوحہ جائے گا، جی ایٹ کانفرنس کے موقع پر صدر اوباما نے واشگاف الفاظ میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے قیام کو مفاہمت کی جانب اہم پیشرفت قرار دیا۔

مبصرین کا کہنا ہے کہ امریکہ اور طالبان کے درمیان مذاکرات اور قطر میں امارت اسلامیہ کے نام سے سیاسی دفتر کا قیام اور اس کا باقاعدہ رسمی افتتاح کوئی معمولی کامیابی نہیں بلکہ یہ بہت بڑی کامیابی اور حیرت انگیز پیشرفت ہے۔

مشکلات سے بھرپور سیاسی سفر اور حساس سفارتی سفر کا آغاز ہے، جس میں دواہم فریقین" امریکہ اور امارت اسلامیہ افغانستان "کے نمائندے ایک میز پر آمنے سامنے بیٹھ کر مذاکرات کے آغاز کی تیاری کر رہے ہیں۔

بلاشبہ امارت اسلامیہ ملک کے اندر ایک واضح حقیقت ہے اور گزشتہ بارہ برس سے امریکی یلغار کے خلاف جہاد اور مزاحمت کے ذریعے اسے شکست دینے کا کریڈیٹ لے رہی ہے۔ قطر میں دفتر کے قیام نے ثابت کر دیا کہ عالمی سطح پر امارت اسلامیہ کو ایک بھرپور سیاسی قوت تسلیم کر لیا گیا ہے، جس کے یقیناً مستقبل میں ملک میں قیام امن کے حوالے سے اچھے اور مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ اگرچہ موجودہ صورتحال کے پیش نظر اس حوالے سے کوئی زیادہ امید بھی نہیں اور نہ ہی زیادہ بھروسہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ فریقین کے درمیان اعتماد کی فضا کا فقدان ہے، اب تک فریقین میں اعتماد کی بحالی کے حوالے سے کوئی خاص پیشرفت بھی سامنے نہیں آئی جس کے لئے مزید اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے، اس لئے اس سوال کا جواب ڈھونڈنا مشکل ہے کہ فریقین میں مفاہمت اور مصالحت کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ تاہم اس دفتر کے قیام سے امارت اسلامیہ کو عالمی سطح پر اپنا موقف پیش کرنے اور اس کی تشریح کرنے کا ایک اچھا موقع ملنا بذات خود سیاسی میدان میں اہم پیشرفت اور سیاسی کامیابی ہے۔ البتہ سوال یہ ہے کہ دفتر کا قیام افغان مسئلہ حل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ کیونکہ جس انداز سے جو کچھ ہو رہا ہے اس سے فی الحال کوئی توقع کرنا اور تجزیہ پیش کرنا مشکل مرحلہ ہے اس کے لئے انتظار کرنا پڑے گا۔

ظاہر ہے کہ فریقین "طالبان اور امریکہ" کی ترجیحات میں فرق ہے، تاہم سیاستدانوں کا کہنا ہے کہ افہام وتفہیم کے لحاظ سے اس کی مثبت اہمیت سے انکار ممکن نہیں کیونکہ سب سے پہلے جو نتیجہ سامنے آیا ہے وہ یہ کہ قطر میں دفتر کے قیام کے بعد امریکہ اور طالبان کی جانب سے مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کی رضامندی اس پیغام کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں جانب سے جنگ کے خاتمے پر سوچا جارہا ہے۔ 2014ء کے اختتام تک امریکہ، افغانستان سے اپنی افواج نکالنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے البتہ چند فوجی اڈے اپنے پاس رکھنے کے لئے تگ ودو میں مصروف ہے۔ اگر اس حوالے سے اسے کامیابی ملی تو بہت اچھا ورنہ وہ 2014ء کے آخر تک اپنی تمام فوج نکال لے گا، البتہ انخلاء سے قبل شرمندگی سے بچنے کے لئے یہ شوشہ ضرور چھوڑے گا کہ مستقبل میں گیارہ ستمبر جیسا واقعہ دوبارہ رونما نہ ہو، تاکہ وہ اپنی عوام کو بتاسکے کہ افغانستان ان "امریکیوں" کے لئے اب کوئی خطرہ نہیں، امریکہ طالبان سے یہ ضمانت اور وعدہ حاصل کرے گا کہ مستقبل میں افغان سرزمین اس کے مفادات کے خلاف استعمال نہیں ہوگی، طالبان کے موقف کو دیکھتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ آسانی سے یہ وعدہ کریں گے کہ امریکہ سمیت کسی ملک کے خلاف بھی افغان سرزمین استعمال نہیں ہوگی، تاہم اس وعدے کے بدلے میں امارت اسلامیہ بھی امریکہ سے ضرور اپنا مطالبہ "امریکہ افغانستان کی خودمختاری تسلیم کرے، اپنی تمام فوج نکالے اور افغانستان پر بلاجواز قبضہ ختم کرے" منوائے گا۔ بعض تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ مذاکرات نہ بھی ہوئے تو امریکہ 2014ء کے آخر تک اپنی تمام فوج نکال کر امارت اسلامیہ کا مطالبہ پورا کرے گا۔

تجزیہ نگاروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ بین الاقوامی دنیا رسمی طور پر تسلیم کرے کہ امارت اسلامیہ قانونی اور حقوق کے لحاظ سے مذاکرات کی مجاز ہے تو یہ

فریقین کے لئے مثبت پیشرفت ہے، دوحہ میں طالبان کے سیاسی دفتر کے افتتاح کے موقع پر دو ایسی باتیں سامنے آئیں جن کا امریکہ اور بین الاقوامی دنیا مطالبہ کررہی ہے، اول یہ کہ امارت اسلامیہ ضمانت دے کہ افغان سرزمین کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال نہیں ہوگی، دوئم یہ کہ شرائط کے پیش نظر افغان گروہوں سے مذاکرات کا عندیہ دینا۔ اب یہ دنیا کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس حوالے سے ذمہ دارانہ اقدامات اٹھائے اور امارت اسلامیہ کو قانونی شکل میں مذاکرات کا حصہ تسلیم کرے۔

جس طرح پہلے اشارہ کیا گیا کہ یہ حساس اور مشکلات سے بھرپور سفر کا آغاز ہے، یہ طبعی امر ہے کہ اس راہ میں مشکلات پیدا اور رکاوٹیں کھڑی ہوں گی، لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ مذاکرات کا عمل ضرور شروع ہوگا کیونکہ امریکہ کے پاس طالبان سے مذاکرات کے علاوہ اور کوئی آپشن بچا ہی نہیں۔ تاریخ میں رقم ہے کہ ویت نام میں بھی امریکہ شکست کے بعد حریت پسندوں کے ساتھ مذاکرات کرنے پر مجبور ہوا، جس کے نتیجے میں امریکہ نے ویت نام کی خود مختاری تسلیم کی، افغانستان میں بھی امریکہ کو ایسے ہی حالات کا سامنا ہے اسے ضرور افغانستان کی خود مختاری تسلیم اور فوجیوں کو نکالنا پڑے گا۔

موجودہ صورتحال میں کرزئی حکومت کا کوئی فعال کردار نہیں اس لئے وہ شدید ناراض ہے کہ دوحہ میں امارت اسلامیہ کے نام سے سیاسی دفتر کا قیام اور اس پر سفید جھنڈہ لہرانا دراصل طالبان کی سفارتی حیثیت کو تسلیم کرنے اور ان کی کارروائیوں کو قانونی شکل دینے کے مترادف ہے۔ اور اگر مذاکرات کا عمل کامیاب رہا تو اس کے نتیجے میں عسکری میدان میں شکست کے بعد کرزیوں کا سیاسی زوال بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ کرزئی مذاکرات کے امن عمل کی مخالفت کررہے ہیں، ان کی کوشش یہ ہے کہ افغانستان سے قابض فوجیوں کے انخلاء کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرکے ملکی دفاع اور اس کے استحکام کے نام پر انہیں افغانستان میں مزید چند سال تک قیام پر مجبور کریں۔

تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اگرچہ قطر مذاکرات کی راہ میں کئی مشکلات درپیش ہیں لیکن سفارتی لحاظ سے تبدیلی کی جانب اہم پیشرفت ہے جس کا مقصد 12 سالہ جنگ کا خاتمہ ہے۔ لیکن اس ہدف تک پہنچنے کے لئے امریکہ کا کردار مشکوک ہے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ قیام امن کے لئے مذاکرات کے جاری عمل میں کس حد تک خلوص نیت کے ساتھ سنجیدہ ہے۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ یہ جنگ کوئی اور سنگین صورت اختیار نہ کرے۔ کیونکہ امریکہ کی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اسے عسکری میدان میں شکست ہوتی ہے تو وہ مخالف فریق کو مذاکرات کا جانسہ دیتا ہے۔ فلسطین کا مسئلہ اس کی زندہ مثال ہے کہ جب بھی وہاں جہادی قوت مضبوط ہوجاتی اور اسرائیل کے غاصب وجود کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو امریکہ، فلسطین کی تحریک آزادی "الفتح" اور یاسر عرفات کو نام نہاد مسائل پیدا کرکے ان کی توجہ کسی اور جانب مبذول کراتا اور اسرائیل کو موقع فراہم کرنے میں اس کی مدد کرتا۔ آج نصف صدی گزرنے کے باوجود الفتح تنظیم بدستور امریکی سازشوں کا شکار ہے اور آزادی کی حسرت فلسطینیوں کے دل میں کسک رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی مشکل ہے کہ امریکہ کی سازش یہاں کامیاب ہو، کیونکہ طالبان کا سیاسی نقطہ نظر صرف خود مختاری کا حصول نہیں بلکہ اسلام کا دفاع اور اس کی حاکمیت انکا مقصود ہے، ملک کی خود مختاری دوسری منزل ہے۔ اس کے پیش نظر ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی سازش یہاں کامیاب نہیں ہوسکتی بلکہ یہ صرف اس کی غلط فہمی ہوگی۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ انخلاء کی مدت جتنی قریب آرہی ہے طالبان کی عسکری کامیابیوں میں بھی انتہائی اضافہ ہوتا جارہا ہے، مجاہدین، امریکہ اور نیٹو کے اہم مراکز پر تابڑتوڑ حملے کررہے ہیں گزشتہ دنوں کابل میں سی، آئی، اے کے مرکز "اریانا ہوٹل" اور صدارتی محل ارگ پر فدائی مجاہدین کا قیامت خیز حملہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امارت اسلامیہ کی قیادت نے عسکری میدان میں وسیع تجربہ حاصل کرکے نئے جنگی منصوبے تراشنے کے نت نئے طریقے ایجاد کرلئے ہیں، تجربوں کی بنیاد پر حکمت عملی بناتے ہیں، جس کے باعث ریڈزون علاقوں میں سخت سیکورٹی انتظامات کے باوجود رکاوٹیں عبور کرکے اہم مراکز کے اندر داخل ہونے میں کامیاب جاتے ہیں اور فدائی حملے کرتے ہیں۔ جبکہ سیاسی میدان میں بھی امارت اسلامیہ کا فعال اور متحرک کردار لائق تحسین ہے، قطر میں امارت کے سیاسی دفتر کے رہنماوں کا امریکہ سمیت مختلف حلقوں سے بات چیت اور افہام و تفہیم کے ذریعے مسئلے کا حل نکالنا سفارتی اور سیاسی میدان میں امارت اسلامیہ کی قیادت کی دوراندیشی اور بصیرت کا واضح ثبوت ہے۔

یہ بھی درست ہے کہ سیاسی عمل کا دورانیہ طویل ہوگا جس سے بعض لوگوں میں مایوسی بھی پھیل سکتی ہے، فریقین کے درمیان بداعتمادی کی فضا بھی عروج کو پہنچ جائے گی، کئی مرتبہ مذاکرات کا عمل تعطل کا شکار ہوجائے گا لیکن یہ نوشتہ دیوار ہے کہ بالآخر مشکلات کا یہ جاری سفر اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے گا، امریکہ اور نیٹو کی افواج افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہوجائیں گی اور ایک بار پھر افغانستان اپنی آزادی اور خود مختاری کا مالک بن جائے گا۔

بقیہ صفحہ نمبر 34 پر ملاحظہ فرمالیں۔

اسلامی عیدین اور ہم

فرہاد ہروی

اسلام افراط و تفریط سے پاک ایک کامل اعتدال کا حامل دین ہے، جس میں دیگر مذاہب سے ہٹ کر دو اہم چیزوں کی نشاندہی کی ہے۔ نمبر ایک انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ ۲۔ انسان کے علاوہ دیگر جتنی چیزیں ہیں، اسمان، زمین، ستارے، حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ یہ سب انسان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہیں۔ لہذا اسلام میں ہر چیز جو جائز اور مقرر فرمائی اس میں عبادت کو مقدم رکھا۔ یہی چیز ہمیں عیدین میں بھی نظر آتی ہے، دوسرے دنوں میں پانچ نمازیں اور عید کے دن ایک مزید نماز، نماز عید۔

انسان روح اور جسم سے مرکب ہے اس لئے اسلامی عید میں جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں کا خیال رکھا گیا ہے۔ کہ دونوں عیدین عید الفطر و عید الاضحیٰ مجاہدہ نفسانی کے بعد منانے کا حکم دیا۔ عید الفطر ایک ماہ کے روزوں کے مجاہد ہ کے بد اور عید الاضحی حج یا قربانی کے مجاہدہ کے بعد۔ عید کا دن محض کھیل تماشہ بن کر نہ رہ جائے اس لئے نماز عید کو زائد کے تکبیروں کے ساتھ مقرر کیا تا کہ انسان اپنے مقصد سے غافل نہ ہونے پائے اور عید بھی صبح سویرے رکھی تا کہ جب اللہ تعالیٰ کی یاد حاصل ہو تو انسان شام تک اپنے مقصد کو پیش نظر رکھے۔

معاشرہ کے فقراء کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کے لئے عید الفطر میں صدقۃ الفطر اور عید الاضحی میں قربانی کی گوشت میں فقراء کا حصہ رکھا۔ چنانچہ اسلامی عیدوں میں روحانی اور جسمانی دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا۔ بلکہ طبیعت اور فطرت کی رعایت بھی ہے وہ اس طرح کہ یہ عمدہ لباس زیب تن کرنا خوشبو لگانا، شریعت کے حدود میں رہ کر خوشی کا اظہار کرنا وغیرہ۔

غیر اسلامی عیدوں جیسے ہندوں کی ہولی، عیسائیوں کی کرسمس وغیرہ میں آداب واخلاق کا کوئی پاس لحاظ نہیں، خوشی کے اظہار کے لئے یہاں سب کچھ جائز ہی نہیں مستحسن بھی ہے۔ مثلاً چیخنا، چلانا، ناچنا، گانا، شراب پینا وغیرہ جس سے معاشرہ کو تکلیف واذیت پہنچتی ہے، جب کہ اسلام ہر حالت میں چاہے خوشی ہو یا غمی امن عام کا حکم دیتا ہے اور کسی بھی انسان کو تکلیف پہنچانے کو حرام قرار دیتا ہے۔ اس لئے شراب نوشی، شور وغل وغیرہ کو اسلام نے ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔

اسلامی عیدوں کے لئے شریعت نے ایک مضبوط اور ٹھوس مقدار دیا کہ صرف دو عیدیں ہوں گی وہ بھی ایک شوال کی پہلی تاریخ کو اور دوسری ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو۔ قیامت تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں جبکہ دیگر مذاہب میں زمانے کے بدلنے کے ساتھ عیدیں بھی بدلتی رہتی ہیں اور تاریخیں بھی۔

اسلام نے عید کے موقع پر روحانیت کو پیش نظر رکھا، اور مادیت کی گنجائش نکالی جبکہ دیگر مذاہب میں تمام تر توجہ صرف مادیت پر ہے۔

اسلام نے عید کی نماز کو مقرر کر کے اس کا طریقہ اور کیفیت بھی متعین کر دی لہذا ہر جگہ، ہر زمانے میں اس طرح عید منانا جائز ہوگا جبکہ دیگر مذاہب میں طریقہ کار متعین نہیں بلکہ ہر زمانہ اور ہر مکان میں الگ الگ طریقہ اور کیفیت ہوتی ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ ہمارے عیدین محض تفریح، خوشی اور کھیل کود پر مشتمل تہوار نہیں بلکہ یہ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ عبادت اور روحانیت کے اظہار کا ایک بہترین موقع بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامی میں عید کے دن اور رات کے بہت زیادہ فضائل وارد ہوئے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں کی راتوں میں ثواب کی نیت سے عبادت کی تو اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔ [الترغیب ج ۲ ص ۱۵۲]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے پانچ راتیں زندہ رکھیں، اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ [وہ پانچ راتیں یہ ہیں: آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، عید الاضحی کی رات، عید الفطر کی رات، اور پندرہویں شعبان کی رات]۔ [الترغیب ج ۲ ص ۱۵۲]

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستوں کے سروں پر بیٹھ جاتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ اے مسلمانوں کے گروہ چلو رب کریم کی طرف، جو نیکی کی توفیق دے کر احسان کرتا ہے، پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں کہ تم کو رات میں قیام کا حکم دیا گیا تم نے قیام کیا اور تم کو روزہ رکھنے کا حکم کیا گیا تو تم نے روزے رکھے۔ اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی۔ پس تم انعام حاصل کر کے پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو فرشتہ پکارتا ہے: آگاہ ہو جاؤ، بے شک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا اور تم اپنے گھر کی طرف کامیاب ہو کر لوٹو۔ پس یہ "یوم الجائزہ" ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم الجائزہ "انعام کا دن" رکھا گیا ہے۔ [الترغیب بحوالہ طبرانی]

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عیدین کو شریعت کے مطابق منانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قطر دفتر سے وابستہ توقعات۔۔۔؟

تحریر: عبد الرحیم ثاقب

گزشتہ منگل کو عرب ملک قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا۔ افتتاحی تقریب میں قطر کی وزارت خارجہ کے رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ جس وقت امریکہ اور طالبان کے مابین مذاکرات کا اعلان ہوا تو کئی مبصرین کا خیال تھا کہ اب طالبان مذاکرات کے سلسلے میں انحطاط کا شکار ہو جائیں گے اور اپنے اہم مطالبات سے دستبردار ہو جائیں گے، لیکن دفتر کی افتتاحی تقریب سے خطاب میں طالبان رہنماؤں نے برملا کہا کہ دفتر کے قیام سے ان کا مقصد افغانستان میں ناجائز قبضہ کا خاتمہ اور ایک خود مختار اسلامی نظام حکومت کا قیام ہے۔

قطر دفتر کے قیام کی ضرورت:

گزشتہ تیرہ برس سے طالبان کو جو مشکل درپیش تھی وہ ایک دفتر کا قیام اور ٹھکانہ تھا جہاں سے دنیا تک اپنا موقف، ترجیحات اور مطالبات پیش کرنے کے لئے انہیں سیاسی اور سفارتی حمایت درکار تھی۔ گزشتہ بارہ برسوں میں دفتر نہ ہونے کے باعث کئی مرتبہ طالبان مشکلات سے دوچار ہوئے، مثلاً 2007ء میں طالبان کے پانچ رہنماؤں کی رہائی کے تبادلے میں ایک اطالوی صحافی انیسلی ماسترو کی رہائی کا معاملہ ہو، یا اسی طرح 2007ء میں صوبہ غزنی میں 23 کوریائی باشندوں کی رہائی کا معاملہ۔ اس کے علاوہ کئی اور معاملات میں دفتر نہ ہونے کے باعث طالبان کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اب اس دفتر کے قیام سے دوسری سرگرمیوں کے ساتھ اس طرح معاملات بھی اپنے وقت پر حل ہونے کی امید ہے۔

قطر دفتر کا قیام طالبان کا مطالبہ یا امریکہ کی ضرورت؟

امریکہ نے اپنے اتحادیوں کے تعاون سے مسلسل بارہ برس تک افغانستان میں قوت آزمائی کرتے ہوئے طالبان کو کچلنے کے لئے ہر حربہ اور بے دریغ طاقت کا استعمال کیا لیکن کھربوں ڈالرز اور ہزاروں فوجیوں کی ہلاکت کے سوا اسے کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی، آخر کار اس نے اچانک 2014ء تک افغانستان سے اپنی تمام افواج نکالنے کا اعلان کیا چونکہ امریکہ اور نیٹو کا اتحاد دنیا کی سطح پر فوجی قوت کے لحاظ سے سب سے بڑا اتحاد ہے، اور اب طالبان کے خالی ہاتھوں انہیں شکست کا سامنا ہے، اس لئے رسوائی سے بچنے کے لئے وہ سیاسی اور عسکری محاذ پر مذاکرات کے ذریعے محفوظ اور باعزت واپسی کے لئے پر تول رہا ہے۔ قطر دفتر کا قیام کوئی حادثاتی عمل نہیں بلکہ اس کے لئے امریکہ مختلف ممالک کے ساتھ مشترکہ طور پر لمبے عرصے سے کوشش کر رہا تھا۔

اس حوالے سے القاعدہ تنظیم کے اہم رہنما اور تنظیم کی شرعی کمیٹی کے سربراہ ابو حفص الموریتانی جس کے سر کی قیمت امریکہ نے 25 ملین ڈالر مقرر کی ہے اور اب الموریتانیہ میں اپنے گھر میں نظر بند ہے، نے الجزیرہ ٹی وی چینل کو ایک انٹرویو میں یوں کہا کہ "جب مجھے ایران سے اپنے ملک اور اپنے گھر لایا گیا تو اس وقت سی آئی اے کے اہلکار میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ ہم اب سمجھ گئے ہیں کہ طالبان کو فوجی طاقت کے استعمال سے زیر نہیں کیا جاسکتا، اب ہم کیا کریں کہ افغانستان سے باعزت واپسی کے لئے محفوظ راستہ ہمیں مل جائے۔ ابو حفص نے کہا کہ میں نے ان پر واضح کیا کہ طالبان کے خلاف آپ کے فوجی اقدامات کا کوئی فائدہ نہیں، مسئلے کے حل کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ آپ جاکر طالبان سے مذاکرات کریں اور ان کے جائز مطالبات مانیں۔

اسی طرح قطر دفتر کے افتتاح سے ایک روز قبل رائٹر نیوز ایجنسی نے رپورٹ شائع کی جس میں کہا گیا تھا کہ ناروے کے وزیر خارجہ Aspen Barth نے سرکاری ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ نے ناروے میں طالبان کے ساتھ خفیہ مذاکرات کرنے کے دوران قطر دفتر کے قیام کے لئے راہ ہموار کی۔

قطر دفتر کھلنے پر دنیا کا رد عمل:

قطر دفتر کے افتتاح کے تھوڑی دیر بعد امریکی صدر بارک اوباما اور برطانیہ کے وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون نے اپنے رد عمل میں کہا کہ قطر دفتر کا قیام افغانستان میں قیام امن کی کوششوں کے سلسلے میں اہم پیشرفت ہے۔ اسی طرح روس، ہندوستان اور پاکستان نے بھی افغانستان اور خطے میں امن کی جاری کوششوں کے سلسلے میں دفتر کے قیام کو اہم اقدام قرار دیا، ناروے، جرمنی اور قطر نے بھی قیام امن کے لئے دفتر کا قیام مثبت

پیشرفت قرار دیا۔اسی طرح کابل میں اپوزیشن پارٹی کے ترجمان نے بھی قطر دفتر کی مشروط حمایت کا اعلان کیا اور یہ پہلی دفعہ اپوزیشن پارٹی کی طرف سے طالبان کے ساتھ مذاکرات کی حمایت کا اعلان تھا،لیکن عالمی برادری کے مثبت رد عمل کے برعکس کرزئی حکومت کی جانب سے مخالفت سامنے آئی اور اعتراض اٹھایا کہ دفتر پر امارت اسلامی کے سیاسی دفتر کا نام کیوں رکھا گیا۔

قطر دفتر کے اغراض اور ذمہ داریاں:

طالبان ترجمان نے دفتر کے افتتاح کے موقع پر دفتر کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس کے مندرجہ ذیل پانچ اہداف ہیں

1: عالمی برادری کیساتھ تعلقات استوار نے کے لئے افہام وتفہیم کے ذریعے بات چیت کرنا۔

2: ایک ایسے سیاسی اور پر امن حل کی حمایت کرنا جس میں افغانستان پر قبضے کا خاتمہ، ایک خود مختار اسلامی نظام کا قیام اور حقیقی امن کا قیام، جو پوری قوم کا مطالبہ اور امید ہے، یقینی ہو۔

3: وقت کے تقاضا کے مطابق افغانوں سے ملاقات کرنا۔

4: اقوام متحدہ، بین الاقوامی اور علاقائی تنظیموں اور نجی اداروں سے روابط بڑھانا۔

5: موجودہ سیاسی صورتحال کے متعلق سیاسی بیانات کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا تک پہنچانا۔

اگرچہ امریکہ چاہتا تھا کہ طالبان اس دفتر کو صرف رابطہ دفتر کے طور پر استعمال کریں لیکن طالبان نے رابطہ دفتر کے طور پر نہیں بلکہ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کی حیثیت سے اس کا اعلان کیا جسے امریکہ سے مذاکرات کے ساتھ سیاسی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جائے گا۔

کرزئی نے قطر دفتر کی مخالفت کیوں کی؟

اس کے باوجود کہ گزشتہ آٹھ برسوں سے کرزئی نے طالبان کے ساتھ مصالحت کی بھرپور کوششیں کیں اور اس مقصد کے لئے مصالحتی امن کونسل کا قیام بھی عمل میں لایا جا چکا ہے۔ لیکن آج اس مقصد کے لئے حقیقی کوششیں ہو رہی ہیں اور کسی نتیجے پر پہنچنے والی ہیں تو وہ اس کی مخالفت کر رہا ہے۔ مخالفت کا فیصلہ اس وقت سامنے آیا کہ جب دفتر کے قیام کے وقت طالبان اور امریکہ دونوں نے کرزئی کو نظر انداز کر دیا جس پر طیش میں آکر نمائشی طور پر امریکہ کے ساتھ اسٹریٹجک معاہدے پر مذاکرات میں ڈیڈلاک پیدا کر کے ناراضگی کا اظہار کیا۔ افغانستان میں جب امریکی سمجھ گئے کہ کرزئی کی ناکام اور نااہل حکومت کی موجودگی میں ان کے اقدامات ناکامی سے دوچار ہو رہے ہیں تو انہوں نے کرزئی کو نولفٹ کرنا شروع کر دیا۔بات صرف نظر اندازی کی حد پر ختم نہیں ہوتی اگر امریکہ ضروری سمجھے تو کرزئی کے خلاف کئی آپشنز کو بوقت ضرورت استعمال کرے گا جس طرح نور محمد ترکئی اور حفیظ اللہ امین کے خلاف استعمال کیا تھا۔

قطر دفتر کھلنے کے لئے اس وقت کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

اگرچہ قطر دفتر کا قیام عمل میں لانے کے لئے گزشتہ تین برس سے طالبان اور امریکہ کے مابین کوششیں جاری تھیں لیکن گزشتہ دنوں جب طالبان کے ایک وفد نے ایران کی رسمی دعوت پر تہران کا دورہ کیا اور وہاں پر ایران کے اعلی حکام سے ملاقات میں کئی اہم موضوعات پر بات چیت کی تو معاملے پر امریکہ کو اندیشہ ہوا کہ افغانستان میں امریکی مفادات کے خلاف طالبان کئی حوالوں سے متحرک ہو رہے ہیں جس طرح شام میں بشارالاسد کے خلاف امریکہ مزاحمت کاروں کی حمایت کر رہا ہے۔مزید یہ کہ جب ایران کے صدارتی الیکشن میں حسن روحانی نے کامیابی حاصل کی تو اس نے اعلان کیا کہ شام میں جاری کشمکش کا حل ہم صرف یہ سمجھتے ہیں کہ شام کی حکومت (بشارالاسد) کے ساتھ مذاکرات کئے جائیں اس اعلان نے امریکہ کو مزید تشویش میں مبتلا کیا اور اس کے رد عمل میں بشارالاسد حکومت مخالف مسلح گروہوں کو اسلحہ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔طالبان کو ایران کی جانب سے رسمی دعوت نے امریکہ کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔

یہی وجہ تھی کہ امریکہ نے معاملے کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے طالبان کے ساتھ افہام اور تفہیم کے ذریعے مسئلے کے حل کے لئے قطر میں دفتر کھولنے کا اصولی فیصلہ کر لیا اور اس سلسلے میں عملی اقدامات اٹھانا شروع کر دیئے اور اتنی تیزی سے دفتر کھلنے کے لئے اقدامات اٹھائے کہ فریقین میں بعض معاملات مبہم رہ گئے جس پر بعد میں اختلافات بھی پیدا ہوئے اور فریقین کے مابین مذاکرات کے آغاز سے قبل ڈیڈلاک پیدا ہوا نتیجے میں طالبان نے دفتر کو عارضی طور پر بند کرنے کا اعلان کیا۔

قطر دفتر اور افغان مسئلہ حل کرنے میں اس کا اثر:

قطر کا دفتر دو اہم فریقین (طالبان اور امریکہ) کے مابین مفاہمت کے بعد عمل میں لایا گیا۔افغانستان سے غیر ملکی فوجیوں کے انخلاء کے لئے مذاکرات کرنے اور طالبان کی جانب سے دنیا کو اپنا موقف پیش کرنے میں دفتر کا اہم کردار ہوگا۔

چونکہ افغانستان بلکہ خطے میں بدامنی کا بنیادی سبب استعماری قوتوں کا غاصبانہ قبضہ اور یہاں موجودگی ہے اس لئے طالبان نے بھی اپنے اعلامیہ میں قبضے کا خاتمہ بنیادی نقطہ اور اولین ترجیح قرار دیا اور دفتر کھلنے کا اہم مقصد بھی یہی تھا۔ایک اور اہم بات یہ ہے کہ دفتر کے قیام سے طالبان کی جہادی کارروائیوں

پر کوئی اثر نہیں پڑا اس کا واضح ثبوت دفتر کے افتتاح کے اگلے روز بگرام ائیرپورٹ پر طالبان کی جانب سے میزائل حملہ ہے جس میں چار امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ قطر دفتر کے بنیادی عوامل دو ہیں جن میں افغانستان سے غیر ملکی فوجیوں کا انخلاء اور قیدیوں کا تبادلہ ہے، اور یہی دو عوامل افغانستان میں جنگ کی بنیادی وجوہات ہیں اور ان وجوہ کے خاتمے سے قیام امن کے لئے خود بخود ماحول بن جائے گا۔

قطر دفتر طالبان کا یا امارت اسلامیہ کا سیاسی دفتر؟

دفتر کی افتتاح کے بعد جو معاملات مبہم رہ گئے ہیں ان میں دفتر کا نام اور اس کی سرگرمیاں ہیں۔ طالبان نے دفتر کی افتتاح کے روز اس کا اعلان امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے نام سے کیا اور اس سے متعلق پانچ نکات پر مشتمل سرگرمیوں کی وضاحت بھی کی، لیکن بعد ازاں جب کرزئی نے اعتراض کیا تو امریکہ کے وزیر خارجہ جان کیری نے یہ معاملہ قطر کے حکام کے ساتھ اٹھایا اس پر قطر حکومت کے ترجمان نے دفتر سے امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کا نام دور کرنے اور جھنڈا اتارنے کی خبر میڈیا کو دی، میڈیا نے امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کا نام تبدیل کرنے اور جھنڈا اتارنے کی خبر بغیر کسی ثبوت کی شائع کردی ۔ حالانکہ یہ سطور لکھتے وقت دفتر کا نام تبدیل ہوا ہے اور نہ ہی اس سے جھنڈا اتارا گیا ہے۔ حقیقت میں جو کچھ ہوا ہے وہ یہ کہ جھنڈا ایک میٹر نیچے اتارا گیا ہے اور بورڈ جس پر دفتر کا نام لکھا گیا ہے، دفتر کے باہر دیوار سے ہٹا کر دفتر کے اندر دیوار پر نصب کیا گیا۔

خلاصہ:

افغانستان کی جنگ امریکہ کے لئے طویل اور فوجی اور اقتصادی لحاظ سے انتہائی نقصان کی حامل ہے، اس جنگ میں امریکی تاریخ میں پہلی دفعہ امریکی فوج کے برگیڈیئر "بوبر گڈال" افغانیوں کے ہاتھوں قیدی بنا، اور اس کی رہائی کے لئے امریکہ بے بس ہے، یہ سب وہ وجوہات ہیں کہ جن کے سبب امریکہ اس رسواکن جنگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوششوں میں معروف ہے، قطر کا دفتر بھی ان ہی مقاصد کے لئے امریکیوں کی موافقت کے بعد قائم ہوا، البتہ وہ اپنے اس مقصد میں کتنے فیصد کامیابی حاصل کریں گے اس سوال کا جواب مستقبل پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ موجودہ صورتحال میں ہم جو کچھ افغانستان میں دیکھ رہے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ امریکیوں اور اتحادیوں کے مقابلے میں طالبان کا حوصلہ بلند اور جدید جنگی مہارت کے پیش نظر غالب نظر آ رہے ہیں اس لئے وہ اپنی مزاحمت جاری رکھیں گے اور غیر مشروط طور پر قابض فوجیوں کے مکمل انخلاء تک کسی مفاہمت پر راضی نہیں ہوں گے۔

بقیہ از: قطر میں طالبان کا سیاسی دفتر

لیکن اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کے سیاسی رہنماؤں اور مذاکرات کاروں کی ذہانت اور فراست کا امتحان بھی ہوگا، کہ وہ عسکری محاذ پر کامیابی حاصل کرنے کی طرح سیاسی محاذ پر بھی وقار کے ساتھ کامیابی حاصل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ دنیا، افغانی اور تاریخ سب اضطراب کے ساتھ ان کے کردار کا انتظار کر رہے ہیں کہ موجودہ گھمبیر صورتحال میں زمینی حقائق کے پیش نظر وہ اپنی عوام کو نجات دینے میں کس طرح فیصلے کریں گے۔

ظاہر ہے کہ امریکہ چاہتا ہے کہ افغانستان سے صرف 75 فیصد فوج نکالے، اور باقی 25 فیصد موجود رہے، لیکن امارت اسلامیہ اس کی روک تھام اور سدباب کے لئے دونوں محاذوں "سیاسی اور عسکری" پر موثر کردار ادا کرے گی، جنگی محاذ پر بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ امریکہ کی یہ سازش ہو سکتی ہے کہ وہ طالبان کو مذاکرات کی آڑ میں انگیج رکھے اس لئے طالبان کو ہر لحاظ سے محتاط رویہ اپنا کر آگے بڑھنا چاہیے۔

امارت اسلامیہ کا موقف اور ترجیحات امریکہ کی ترجیحات سے مختلف اور متصادم ہیں لیکن کئی مبصرین کی رائے ہے کہ فریقین کو ایک دوسرے کا موقف سننا اور ترجیحات پر غور کرنا چاہیے اس صورت میں افہام و تفہیم کے ذریعے کسی نتیجے پر پہنچنے کا راستہ نکل سکتا ہے۔ امارت اسلامیہ نے اپنے اعلامیہ میں ان تمام خدشات کی طرف اشارہ کیا ہے اور جواب دیا ہے جو دنیا کی جانب سے اظہار کیا جا رہا ہے، اور واضح الفاظ میں کہا ہے کہ امارت اسلامیہ اپنے ملک کی آزادی اور خودمختاری کے حوالے سے ضمانت چاہتی ہے اور خود بھی اس وعدے پر قائم ہے کہ کسی ملک کے خلاف اپنی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے گی، اب دنیا کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس حوالے سے کیا اقدامات اٹھائے گی۔ دنیا کو چاہیے کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ آگے بڑھے، امارت اسلامیہ کو ایک حقیقت تسلیم کرے اور افغانستان سے ناجائز قبضہ چھڑانے میں مظلوم افغان ملت کی مدد اور تعاون کرے۔

جنگی جرائم {جون 2013}

تحریر: سید سعید

یکم جون 2013ء کو قابض فوجیوں نے صوبہ روزگان ضلع چار چینو کے لنگر علاقے میں چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید کر دیا۔

4جون کو صوبہ میدان وردگ میں مقامی لوگوں نے اتحادی فوجیوں کے خلاف ایک بہت بڑی ریلی نکالی جس میں سینکڑوں لوگوں نے شرکت کی، ریلی نے احتجاجی مظاہرے کی شکل اختیار کی اور مشتعل مظاہرین نے کابل، قندہار کی قومی شاہراہ بلاک کر دی۔ یہ مظاہرہ اس وقت کیا گیا جب ضلع نرخ میں اتحادی افواج کے اڈے سے 800 میٹر کے فاصلے پر 17 شہریوں (جنہیں چند روز قبل اتحادیوں نے چھاپے کے دوران گرفتار کیا تھا) کی لاشیں ملیں۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ قاتل فوجیوں کو ان کے حوالہ کیا جائے یا قرار واقعی سزا دی جائے، اس دوران افغان آرمی نے پر امن مظاہرے پر اندھا دھند فائرنگ کی جس سے دو افراد شہید اور تین زخمی ہوئے، جس پر مشتعل مظاہرین اور فورسز میں شدید جھڑپیں ہوئیں۔ گورنر کے ترجمان عطاء اللہ خوگیانی نے دو افراد کی شہادت کی تصدیق کی اور کہا کہ یہاں سے 6 شہریوں کی لاشیں ملی ہیں۔ ضلع نرخ میں وہ مقامات جہاں اتحادی فوجیوں کے اڈے تھے اور اب خالی کر چکے ہیں وہاں پر مقامی لوگوں نے زمین کھودنا شروع کر دی تاکہ وہ لاپتہ اور گرفتار افراد کے جسد خاکی ڈھونڈیں۔ جب سے ان 17 افراد کی لاشیں ملی ہیں تب لاپتہ افراد کے اہل خانہ میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے کہ ان کے پیاروں کی لاشیں کہاں مل جائیں گی۔

4جون کو صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کے شوزکی کے علاقے میں افغان آرمی نے ایک بوڑھے شخص کو شہید کر دیا۔

5جون کو قابض فوجیوں نے صوبہ روزگان ضلع چھار چینو کے خود علاقے میں رات کے چھاپے کے دوران دو معمر سمیت پانچ افراد کو شہید کر دیا۔

6جون کو میڈیا نے صوبہ کونڑ کے گورنر کی خبر شائع کی جس میں کہا گیا تھا کہ ضلع مانوگی میں قابض فوجیوں نے بمباری کی جس میں تین افراد شہید اور دو خواتین سمیت 6 افراد زخمی ہوئے، گورنر وحیدی کے مطابق بمباری کے وقت علاقے میں طالبان بھی موجود نہیں تھے اور اس بمباری میں عام شہری نشانہ بنے۔

8جون کو قابض فوجیوں نے صوبہ بلخ ضلع شولگری کے جرسید علاقے میں چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی، اسی دوران ایک شخص کو شہید اور ایک کو حراست میں لیا، مقامی لوگوں نے بتایا کہ تلاشی کے دوران لوگوں کو مالی نقصان بھی پہنچایا گیا۔

8جون کو صوبہ ننگرہار ضلع چپرہار کے کنڈی باغ گاؤں میں اتحادی فوجیوں نے تین افراد کو گرفتار کر لیا۔

9جون کو صوبہ بدخشان ضلع وردوج کے ثیجان علاقے میں اتحادی افواج کے فضائی حملے میں دو بچے شہید ہوئے جبکہ لوگوں کو مالی نقصان بھی پہنچایا، اس واقعے کی تصدیق گورنر کے ترجمان نے بھی کی۔

10جون کو صوبہ فراہ ضلع بالابلوک کے گرانی گاؤں میں افغان فورسز کی فائرنگ سے دو افراد زخمی ہوئے۔

12جون کو قابض افواج کے فضائی حملے میں صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے پٹان خیل علاقے میں چار افراد شہید اور ایک طالب علم زخمی ہوا۔

15جون کو صوبہ فراہ کے علاقے شاکاکہ میں افغان خفیہ ادارے کے اہلکاروں نے 65 سالہ شخص "جلات خان اور محلے کے امام کو حراست میں لیا۔

15جون کو صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے پٹان خیل علاقے میں قابض فوجیوں نے حاجی ببرک کے گھر پر چھاپہ مارا، بھاری مالی نقصان پہنچایا اور تین طلبہ کو حراست میں لیا۔

15جون کو صوبہ بدخشان کے ضلع وردوج میں افغان فورسز نے مقامی لوگوں کو اپنے گھروں سے زبردستی نکال کر وہاں اپنے مورچے قائم کیے۔

17جون کو قابض فوجیوں نے صوبہ میدان وردگ ضلع نرخ کے علاقے چین زائو میں چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی۔ لوگوں کو مالی نقصان پہنچایا اور تین افراد کو گرفتار کیا۔

17جون کو صوبہ روزگان کے ترینکوٹ میں قابض فوجیوں نے چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید اور چار افراد کو زخمی کر دیا۔

17جون کو صوبہ فراہ ضلع بالابلوک کے علاقے گرانی میں افغان فورسز کے حملے میں ایک عورت اور ایک لڑکی شہید اور ایک لڑکی زخمی ہوئی۔

19جون کو صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے علاقے توکل قلعہ میں جاسوسی طیارے کے میزائل حملے میں تین افراد شہید ہو گئے۔

بقیہ صفحہ نمبر 37 پر ملاحظہ فرمائیں۔

یہودیوں کا کھلونا

عبدالرحمٰن

علامہ اقبال نے کہیں لکھا ہے کہ: "جب طاقت عقل و دانش کو پس پشت ڈال کر اپنی ذات پر بھروسہ کرنے لگتی ہے تو اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔" آج امریکہ کے ساتھ بھی کچھ اسی طرح کا معاملہ ہے۔ جب امریکہ نے جدید ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کر لی، تو اس کے دماغ میں اپنے سپر پاور اور دنیا کا ٹھانے دار ہونے کا سودا سما گیا۔ چناں چہ امریکہ میں انتہائی اثر و رسوخ والے یہودیوں نے اسے کائناتِ رنگ و بو کا اپنے تئیں ایسا واحد جاگیر دار باور کرایا، جس کی جاگیر ساری دنیا ہو اور دنیا کے سارے باسی، اس کے مزارع ہوں۔ ایک عرصے تک دنیا نے جن صہیونیوں کو بے کار جان کر انہیں ناقابلِ التفات گردانے رکھا تھا، انہوں نے دھیرے دھیرے اندرونِ خانہ طاقت حاصل کر کے اس کا ایسا خفیہ جال بچھایا کہ آج کرۂ ارضی کا چپہ چپہ اس میں جکڑا ہوا ہے۔ اس جال کا دنیا کے گرد بچھا دیا جانا ایک المیہ نہیں ہے، بلکہ سانحہ تو یہ ہوا کہ جو اس سے نکلنے کی جتنی کوشش کرتا ہے، وہ بے چارہ اتنا ہی اس میں گرفتار ہوتا چلا جاتا ہے۔ انتظامی، معاشی، معاشرتی، سائنسی، تعلیمی، حکومتی... غرض ہر میدان میں ان یہودیوں نے اپنا اثر و رسوخ وسیع بنیادوں پر پھیلایا ہوا ہے۔ اور یہ سب کچھ طاقت کے بل بوتے ہوا ہے۔ جب کہ آج کی دنیا میں طاقت ہی اصل "حق" ہے۔ جو جتنا زیادہ طاقت ور ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ صاحبِ حقوق ہوگا۔ باقی سب اس کے حقوق کا قرض ادا کرنے والے مقروض... وہی مخدوم ہوگا۔ باقی سب اس کو چوبیس گھنٹے سروس فراہم کرنے والے خادم... وہی اصلی ہوگا۔ باقی سب نقلی ہوں گے۔ ان کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ وہ چوپائے ہیں۔ وہی عقلِ کل ہے۔ باقی سب پرلے درجے کے انتہائی زیادہ احمق اور گدھے سے بھی زیادہ بے وقوف...

چوں کہ افغانستان کی جنگ کے پیچھے یہودی خفیہ ہاتھ سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا، اسی لیے سوا چودہ سو سال قبل مدینہ سے دربدر کیے گئے یہودیوں کی موجودہ اولاد نے انتقاماً افغانیوں کو دربدر کرنے کا ناپاک منصوبہ ترتیب دے کر اسے عملی جامہ پہنایا ہے۔ فتنہ ساز اور فساد پرور صہیونی، نئی تہذیب کے گندے انڈے امریکہ کو آگے کر کے دنیا کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ وہ اس عمل کے ذریعے اُس کانے دجال کی بادشاہی کا راستہ صاف کرنا چاہتے ہیں، یہودی خیال میں جس نے مسجدِ اقصیٰ کی جگہ سلیمانی ہیکل میں بیٹھ کر دنیا پر اپنی جھوٹی بادشاہت کا ڈنکا بجانا ہے۔ اس کے لیے اس دنیا سے مسلمانوں کا وجود ختم ہونا ضروری ہے۔ یا کم از کم تمام دنیا کا مطیع و فرماں بردار بننا ازحد ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ یہودیوں نے دنیا سے اپنی دشمن قوموں کا صفایا کرنے کے لیے جا بجا جنگیں چھیڑ رکھی ہیں۔ شاید ہی کوئی ملک ہو، جہاں خانہ جنگی کی آگ کے شعلے بلند نہ ہو رہے ہوں۔ انہوں نے یہ بات طے کر رکھی ہے کہ :(1)... "ہمارے کسی بھی مقصد کے لیے ناگزیر ہے کہ متنازعہ مسائل پر ایسی جنگوں کا الاؤ بھڑکتا رہے، جو کہ علاقائی سطح پر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو تیں۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ دشمن کو معاشی میدان میں کمزور کیا جائے۔ اس کے ساتھ معاشی جنگ لڑی جائے۔ اس طرح اپنی برتری کو مضبوط بنانا فائدہ مند ثابت ہوگا۔ لیکن اس کا انحصار ہمارے بین الاقوامی کارندوں پر ہے، جن کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ جو کہ دنیا بھر پر نظر رکھتے ہیں۔ ہمارے بین الاقوامی حقوق ؟؟؟ قومی حقوق کی نفی کر دیں گیا اور پھر ہم ریاستی قوانین کے مطابق اقوام پر حکومت کریں گے۔ جیسے اس ملک کا دیوانی قانون اس ملک میں ہونے والے تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے۔(2)... اس کے بعد "عوامی نمائندے" جنہیں ہم عوام میں سے منتخب کریں گے، وہ حکومت چلانے کے فن میں ماہر نہیں ہوں گے۔ وہ بہ آسانی گروی ہو کر ہمارے کٹھ پتلی بن کر وہ کام کریں گے، جو ہم کہیں گے۔ (مفت کے) مشیروں کے ذریعے ہم پوری دنیا پر حکمرانی کریں گے۔ یہ وہ مشیر ہوں گے، جنہیں بچپن ہی سے حکومت کرنے کی تربیت دی جائے گی۔" تو جناب یہ ہے وہ یہودی منصوبہ جس کے ذریعے امریکہ کا کندھا استعمال ہوا اور کرزئی ٹولے کا ضمیر سمیت ہر مال و متاع ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے ہنوز متنازعہ مسئلے پر لُٹ گیا ہے۔

اگلی کہانی بذاتِ خود امریکہ سے متعلق ہے۔ امریکہ ایک کافر ملک ہے۔ کاش یہ ظالم نہ ہوتا۔ کیوں کہ کفر کے ساتھ تو حکومت چل سکتی ہے، لیکن ظلم کے ساتھ کبھی بھی نہیں۔ اسی بنیاد پر ہمارے خیال میں امریکہ کو یہودیوں کی ازلی دشمنی کو کبھی بھی فراموش کر کے بچوں کے کھلونوں کی طرح اُن کے ہاتھوں کھیلنا نہیں چاہیے تھا۔ کیوں کہ یہودی، امریکہ کو استعمال کر کے اپنا مقصد پورا کر رہے ہیں۔ یہ بات تو کسی صاحبِ چشم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ امریکہ کے مسلم دشمنی والے اکثر اقدامات کی پشت پر اسرائیل کا ہاتھ ہوتا ہے، تو جب بھی بزرگانِ صہیون، کرسٹوفر کولمبس کی اولاد سے کوئی غلط کام کرواتے ہیں

توظاہری نظر سے امریکہ ہی مجرم گردانا جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں امریکہ کی اپنی مرضی بھی شامل ہوتی ہے، لیکن ظاہری طور پر امریکہ کے گناہ گار ہونے کی وجہ سے، جوتے اسی کو پڑتے ہیں۔ بش کو عراق جنگ سے متعلق اپنے دورِ حکومت کے آخری عراقی دورے میں منتظر الزیدی کے ہاتھوں پڑنے والے جوتے، اس کی واضح تشریح ہیں۔ افغان جنگ میں فریقین کا مالی و جانی نقصان بہ ہر حال ناقابلِ تلافی ہے، لیکن نفسیاتی طور پر اور انجام کار کے حوالے سے امریکہ کا نقصان خاصا زیادہ ہے۔ جس کی رپورٹس آئے دن میڈیا کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ امریکہ کی موجودہ مضحکہ خیز صورتِ حال پر عدم کا یہ شعر خوب فٹ بیٹھتا ہے کہ۔

مرنے والے تو خیر بے بس ہیں
جینے والے کمال کرتے ہیں

افغانستان سے انخلا، امریکہ کے لیے ایک بھیانک خواب بن گیا ہے۔ لیکن دل چسپ بات تو یہ ہے کہ اس خواب کی کہیں سے کوئی تعبیر نکلتی دکھائی نہیں دیتی۔ 70 ہزار سے زیادہ گاڑیوں اور 40 ہزار سے زیادہ کنٹینرز کی کلیئرنس کے لیے 8 ارب ڈالر کی ضرورت ہے۔ جب کہ "طالبان ٹیکس"!!! کی مد میں 30 ملین ڈالر ادا کرنا، ایک الگ دردِ سر ہے۔ دوسری طرف امریکہ، افغان جنگ کی دلدل سے نکلنا بھی چاہتا ہے، لیکن بغیر بے عزتی کے نکلنا، ایک ایسی ہڈی ہے جو امریکی مجسمۂ آزادی کے گلے میں اٹک کر رہ گئی ہے۔ اس کو نکالنے کے لیے لمبی چونچ والے سارس کو بلانا پڑے گا۔ لیکن یہ سارس، حماقت کی حد تک سادہ سا اور انجام کار سے انجان ہرگز نہیں ہے۔ قطر کے طالبان سفارت خانے کے مقصد، امریکہ طالبان مذاکرات پر برطانوی جنرل "نک کارٹر" نے کہا تھا کہ: "مغرب کو طالبان کے ساتھ ایک دہائی قبل ہی مذاکرات کر لینا چاہیے تھے، جب طالبان کی حکومت ختم کی گئی تھی۔" درحقیقت بات بھی یہی ہے۔ لیکن امریکہ نے ہوش کے ناخن ہمیشہ اس وقت لیے ہیں، جب چڑیاں کھیت چگ کر جا چکی ہوتی ہیں۔ طالبان ہی کیا، پوری مسلم قوم ہی موت سے خوف نہیں کھاتی۔ ویسے طالبان تو اللہ کے دین کے وہ شیر ہیں، جن کو کافروں کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر رُوباہی نہیں آتی۔ کیوں کہ ان کی زندگیوں کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا غیرت خیز قول چراغِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ: "زندگی سے زیادہ کوئی نہیں جی سکتا اور موت سے پہلے کوئی نہیں مر سکتا۔ دنیا کے بزدلوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دو، اگر میدانِ جہاد میں موت ہوتی تو خالد کو بستر پر موت نہ آتی۔" اگرچہ امریکی دہشت گردی کے وقت سے کچھ ہی عرصہ قبل، افغانی کوہساروں میں بسنے والے جہادیوں نے روس سے وطن کی خلاصی پائی تھی اور وہ ابھی تھکے تھکے سے تھے، لیکن امریکی گیدڑ بھبکیاں سن کر وہ للکارتے ہوئے ایک بار پھر یہ کہتے ہوئے میدانِ عمل میں اتر آئے تھے کہ۔

شورشِ حق و صداقت کو دبانے والے! ہم کسی طور نہیں جنگ سے تھکنے والے!
چال، ابلیس کی ہر موڑ پر چلنے والے ہم کبھی جال میں تیرے، نہیں پھنسنے والے!

❁❁❁

بقیہ از: جنگی جرائم

21 جون کو صوبہ ہلمند ضلع گریشک کے علاقے حیدرآباد میں قابض فوجیوں نے چھاپے کے دوران 85 سالہ ضعیف العمر شخص سمیت پانچ افراد کو گرفتار کر لیا۔

22 جون کو صوبہ نیمروز ضلع دلارام کے بازار میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک مرد اور ایک عورت شہید ہوئے۔

22 جون کو صوبہ ننگرہار کے ایک قومی سربراہ نے میڈیا کو بتایا کہ قومی لشکر کے اہلکاروں نے ان کے اہلخانہ کا ایک شخص شہید کر دیا، ان کا کہنا تھا کہ قومی لشکر کے اہلکار جرائم پیشہ عناصر کا ٹولہ ہے، ان کے مطابق صوبائی گورنر گل آغا شیرزئی ان ہی کے ذریعے آباد قوموں کے درمیان نفرت اور تعصب پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

25 جون کو صوبہ میدان وردگ ضلع نرخ کے علاقے شہاب الدین میں قابض فوجیوں نے چھاپے کے دوران تین افراد کو حراست میں لیا۔

29 جون کو قابض فوجیوں نے صوبہ میدان وردگ ضلع نرخ کے علاقے سرکی میں دو افراد کو گرفتار اور ایک مہمان کو شہید کر دیا۔

اقتباسات

[بی، بی، سی اور آزادی ریڈیو + افغان اسلامک نیوز ایجنسی، پیژواک، بینوا، لراوبر، روھی اور نن ٹکی ایشیا ویب سائٹس]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تم نے مجھے بدگو (فحش زبان یا بری بات کہتے) کب پایا۔ اللہ کے ہاں قیامت کے دن وہ لوگ بدترین ہوں گے جن کے شر (فحش گوئی، بدکلامی) کے ڈر سے لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیں۔
صحیح بخاری 6032

تحریر: سیف العادل احرار

مقبوضہ افغانستان میں امریکہ "بہادر" کا زوال..!

برطانیہ کے جنرل نک کارٹر نے کہا ہے کہ مغرب کو طالبان کے ساتھ ایک دہائی قبل ہی مذاکرات کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی جب ان کی حکومت افغانستان میں ختم کی گئی تھی، نیٹو کی اتحادی فوج کے نائب کمانڈر جنرل نک کارٹر نے کہا کہ اس وقت سیاسی حل نکالنا آسان تھا، یہ بات انہوں نے برطانوی اخبار گارڈین کو ایک انٹرویو میں کہی۔ برطانوی جنرل کا یہ بیان ایسے وقت پر سامنے آیا ہے جب امریکہ اور طالبان کے درمیان مذاکرات شروع ہونے میں ڈیڈلاک پیدا ہوا ہے، جنرل کارٹر نے مزید کہا کہ 2014ء میں اتحادی فوج کے انخلاء کے بعد کابل حکومت کو صرف چند ہی علاقوں میں جزوی کنٹرول حاصل ہوگا۔ نیٹو کی اتحادی فوج کے نائب کمانڈر نے کہا کہ 2002ء میں ہمیں سوچنا چاہیے تھا کہ تمام افغان فریقین کو میز پر لاتے اور مستقبل کے بارے میں بات چیت کرتے۔ جنرل کارٹر نے مزید کہا کہ پچھلی ایک دہائی سے ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے وہ سیاسی ہیں اور سیاسی مسائل کا حل صرف بات چیت ہی سے ہوتا ہے، انٹرویو میں جنرل کارٹر نے کہا کہ ان کو یقین ہے کہ نیٹو کی جانب سے ملک کی سیکورٹی افغان فوج کے حوالے کرنے کے بعد طالبان مذاکرات کے لئے تیار ہوجائیں گے انہوں نے کہا کہ افغان پولیس اور فوج کو آئندہ کئی سالوں تک مدد درکار ہوگی کیونکہ یہ ادارے بہت جلد بازی میں بنائے گئے ہیں۔

امریکہ کے جوائنٹ چیف آف سٹاف کے چیئرمین جنرل مارٹن نے امریکی نشریاتی ادارے سی این این کو دیئے گئے انٹرویو میں اعتراف کیا کہ افغان جنگ کے دوران ہونے والے نقصانات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، طالبان کے ساتھ مذاکرات کا منصوبہ ایک اچھی پیشرفت ہے، ان کا کہنا تھا کہ میں اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا کہ تمام جنگوں کا اختتام کسی نہ کسی سطح پر مذاکرات کے ذریعے سے ہی ممکن ہوا ہے اور جنگ کے اختتام کا یہی طریقہ ہے۔ امریکی جنرل نے زخمی فوجیوں کے ذہنی دباؤ میں مبتلا ہونے اور ان کی خودکشی کے واقعات میں اضافے پر بھی تشویش کا اظہار کیا، انہوں نے مزید کہا کہ افغانستان اور عراق میں جنگ کا خاتمہ ہونے والا ہے اور امریکہ کی جانب سے فوجیوں کی شہری زندگی میں واپسی کے لئے مختلف منصوبے بنائے جارہے ہیں۔ بیان کے مطابق امریکہ کی جانب سے 2001ء میں افغانستان میں فوجی مداخلت کے ذریعے طالبان حکومت ختم کرنے کے بعد سے اب تک جنگ کے دوران 32ہزار امریکی فوجی ہلاک ہوچکے ہیں اور اب امریکہ اور اس کے اتحادی 2014ء تک افغانستان سے اپنی افواج کے انخلاء کی منصوبہ بندی کررہے ہیں۔

امریکی صدر اوباما نے "شکاگو سٹ" میں تسلیم کیا: طالبان ابھی تک ہمارے نہایت قوی دشمن ہیں، ان کی طاقت بڑھتی جارہی ہے، ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ قلیل ہے، ہم نے دس بارہ سال جنگ کی ہے، اس کا شدید دباؤ ہماری عوام اور افواج دونوں پر ہے۔

ادھر ایک امریکی اخبار نے انکشاف کیا ہے کہ گزشتہ ماہ بارک اوباما اور حامد کرزئی میں ویڈیو کانفرنس کے دوران تلخ جملوں کا تبادلہ ہوا، ویڈیو کانفرنس میں حامد کرزئی نے امریکی صدر پر الزامات بھی لگائے۔ امریکی اخبار کے مطابق ویڈیو کانفرنس کے دوران حامد کرزئی کا کہنا تھا کہ امریکہ، افغانستان کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ کر جارہا ہے۔ دوحہ مذاکرات سے طالبان کی کارروائیوں کو قانونی شکل مل جائے گی ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کرزئی کا اصرار تھا کہ طالبان سے اس وقت تک مذاکرات نہیں ہونے چاہئیں جب تک وہ براہ راست افغان حکومت سے رابطہ نہ کریں جبکہ بارک اوباما کا کہنا تھا کہ امریکی فوج اپنی جانوں کی قربانی دیکر افغانستان کو مستحکم بنارہے ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ تلخ کلامی کے بعد امریکہ اور کرزئی کے درمیان اختلافات کھل کر سامنے آگئے۔

اطلاعات کے مطابق اب امریکہ 2014ء تک اپنی تمام فوجیوں کے

انخلاء پر غور کررہا ہے جس کے باعث کابل انتظامیہ میں کھلبلی مچ گئی۔کیونکہ کرزئی حکومت کی عملداری محدود ہوتے جارہی ہے،اس کی فوج نے بہت نقصان اٹھائے ہیں۔یہ بنکروں میں چھپی ہوئی فوج ہے جو میدان جنگ کی طرف قدم اٹھانے سے ہچکچاتی ہے،یہ طالبان کامقابلہ نہیں کرسکتی۔اس لئے کرزئی نہیں چاہتا کہ امریکہ افغانستان سے مکمل طور پر نکل جائے لیکن امریکہ سیاسی،عسکری اور اقتصادی میدان میں بہت نقصان اٹھانے کے بعد اب کرزئی کی یہ دیرینہ خواہش پوری کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔

2001ء میں جب امریکہ دنیا کی بڑی طاقتوں کی معیت میں افغانستان پر حملہ آور ہوا تو اس وقت سابق سوویت یونین کے آخری صدر گورباچوف کے علاوہ دنیا کے تمام غیر جانبدار دفاعی تجزیہ کاروں نے امریکیوں کو اس حرکت سے باز رہنے کی تلقین کی تھی مگر اس وقت امریکیوں کے دماغ پر "غرور" کا بھوت سوار تھا اور انہوں نے افغانستان سے مار کھا کر بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگنے والے روسیوں کی طرف سے دیا جانے والا مفت مگر قیمتی مشورہ قبول کرنے سے انکار کردیا۔اور بڑے متکبرانہ انداز سے افغانستان پر چڑھائی کی،مظلوم اور بے سہارا لوگوں پر ٹنوں بارود برسایا،بموں سے ہلاکت بانٹی،ہزاروں لوگوں کو اپاہج اور معذور کیا،ملک کو تہس نہس کرکے کھنڈرات میں تبدیل کردیا،اس نے ہر گلی کوچے میں طالبان کا تعاقب کیا،ظلم اور سربریت کی نئی تاریخ رقم کی،ایسے دلخراش واقعات رونما ہوئے کہ سمجھنے کی صلاحیت ہی مفلوج ہوگئی۔لیکن طالبان نے ہمت نہیں ہاری،اللہ پر توکل اور اس کی مدد سے امریکہ کو ناکوں چنے چبوادیے،آج وہی امریکہ امن کی تلاش میں طالبان کے دروازے کھٹکھٹا رہا ہے،دستک دے رہا ہے کہ اسے امن کی خیرات عطا کردی جائے۔وہ ذہنی توازن سے محروم ہوگیا ہے،اس کا سر پر غرور جھک گیا ہے،اس کی رعونت پر وقت نے غلاظت بکھیر دی ہے،اس کے تکبر کا تاج خاک میں رل گیا ہے،وہ اب دوبارہ بلندیوں پر پرواز نہیں کرسکے گا،اب مسلسل 12 سال تک طالبان سے پٹنے کے بعد امریکیوں کی سمجھ میں بات آگئی ہے۔آج 12 برس بعد امریکی وہی بولی بول رہے ہیں جو اس وقت روسی بولا کرتے تھے،افغانستان میں تعینات امریکی فوج کا سپہ سالار بار بار اپنی حکومت سے کہہ رہا ہے کہ طالبان سے مذاکرات جلد شروع کئے جائیں بلکہ بعض امریکی اتحادی تو یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ یہ جنگ کبھی بھی نہیں جیتی جاسکتی،جو لوگ ایک ڈیڑھ ماہ میں طالبان کا صفایا کردینے کا عزم لے کر افغانستان آئے تھے وہ کھربوں ڈالر جنگ کی نذر کرنے،ہزاروں فوجیوں کی جانیں گنوانے،لاتعداد فوجیوں کو اپاہج کروانے اور بے شمار فوجیوں کو ذہنی مریض بنوا کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ میں تو کمبل چھوڑ رہا ہوں لیکن کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہا یعنی امریکہ بہرصورت افغانستان سے جان چھڑانا چاہتا ہے لیکن طالبان اب اسے نہیں چھوڑ رہے۔

امریکہ اور اتحادیوں کے لئے طالبان کے سامنے ناک رگڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا،دنیا کی سب سے بڑی فوجی طاقت کا طالبان کو مذاکرات کے میز پر لانا امریکی شکست ہے،یہ امریکی پسپائی کی تاریخ کہلائے گی۔امریکہ کے پاس طالبان سے مذاکرات کے علاوہ اور کوئی آپشن بچا ہی نہیں،اس اکلوتے راستے کو اختیار کرنے کے علاوہ امریکہ اور کر بھی کیا سکتا ہے؟لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ امریکہ نے طالبان سے مذاکراتی عمل میں حامد کرزئی اور افغان حکومت کو کھڈے لائن لگادیا۔پچھلے بارہ سال میں ڈیزی کٹر بم اور بی باون طیارے،ڈرون حملے اور کیمیائی ہتھیار،غلیظ پروپیگنڈے اور میڈیا وار،غرض وہ کون ساحربہ ہے جو امریکہ نے طالبان کے خلاف اختیار نہیں کیا،مگر ان تمام کوششوں کے باوجود امریکہ افغانستان کی دلدل میں دھنستا چلا گیا ہے،اب امریکی اس جنگ میں جانی مالی نقصان کے ہاتھوں مجبور ہو کر ملک سے جانا چاہتے ہیں،ان کے بڑے بڑے دعوے دراصل وہ پردہ ہیں،جس کی آڑ میں وہ اپنی ہزیمت اور شکست چھپانے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔طالبان سے مذاکرات امریکہ شوق سے نہیں کررہا بلکہ یہ اس کی مجبوری ہے کیونکہ امریکہ دل سے قائل ہے کہ طالبان ہی افغانستان کی اصل طاقت ہیں۔طالبان کی طاقت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوا ہے،انہوں نے افغانستان کے ایک بڑے حصے پر کنٹرول سنبھال رکھا ہے،امریکیوں کے پیچھے ہٹتے قدموں کے ساتھ طالبان کی پیش قدمیاں بڑھتی جارہی ہیں۔بلاشبہ وہ اپنے ملک کے حقیقی وارث بن کر ابھرے ہیں۔عوام کا ان پر غیر متزلزل اعتماد ہے۔وہ وقت دور نہیں کہ افغانستان ایک مرتبہ پھر خودمختار ملک کی حیثیت سے امن کا گہوارہ بن جائے گا اور اس کے حقیقی ورثاء اس میں عوامی امنگوں کے مطابق قانون الٰہی نافذ کرکے شہداء کے مقدس خون کی آبیاری کریں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

وماذالک علی اللہ بعزیز۔

اللہ سے جنگ!!!

عبد اللہ کابلی

ایک کچھ پرانی، لیکن زُود اثر خبر کے مطابق کابل بنک اسکینڈل میں کرزئی خاندان کے گرد گھیرا تنگ کیا جارہا ہے۔ خبری تفصیل کہتی ہے کہ افغان صدر کے بھائی نے 50 کروڑ ڈالر قرض لے کر دبئی میں ولاز خریدے تھے۔ یہ بات اس رپورٹ میں کہی گئی ہے، جو انکوائری کمیٹی نے جاری کی ہے۔ حامد کرزئی کے بھائی محمود کرزئی کا مؤقف ہے کہ "قرض مقررہ مدت میں "سود سمیت" واپس کر دیا تھا۔ ہمیں ملکی سیاست سے باہر کرنے کے لیے بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جارہا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں فرمایا ہے کہ "أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" یعنی اللہ نے سود کو حرام اور بیع کو حلال کیا ہے۔ اور ایک حدیثِ قدسی اپنے خوب صورت پیرائے میں متنبہ اور خبردار کرتی ہے کہ "سودی معاملات کرنے والا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے والا ہے۔" سود ایک ایسی لعنت ہے، جو قومی معیشت اور ملکی سرمائے کو گھن کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ اس کے اَور مفاسد میں سے یہ بھی ہے کہ قومی دولت سمٹ کر چند ہاتھوں کی لونڈی بن کر رہ جاتی ہے۔ اس سے امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ انسانیت سسک سسک کر خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ایسی رسوائی اور ذلت کا سامنا شاید ہی کسی اور گھٹیا کام اور قومی جرم کی وجہ سے کرنا پڑتا ہو۔ اگر لوگوں کو اس حقیقت سے آشنا کیا جائے تو وہ اس کے حرام ہونے کے فلسفے کی تحقیق میں پڑ جاتے ہیں۔ اس کی باریکیاں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجوہات ڈھونڈنے بیٹھ جاتے ہیں۔ انھیں اس بات کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اللہ کے حکم کو "حکم" سمجھ کر اس پر بلا تامل عمل کیا جائے۔ اس میں چوں چرا کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اسے یہ نہیں کرنا چاہیے کہ جب تک مجھے اس کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آجاتا، تب تک میں اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں یقیناً کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے، لیکن ضروری نہیں کہ وہ ہر شخص کی سمجھ میں بھی آجائے۔ لہٰذا اگر ایک انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنا چاہیے۔

لیکن "اسلامی جمہوریہ افغانستان" کے صدر جناب حامد کرزئی کا معاملہ یکسر خلافِ شریعت ہے۔ وہ سودی لین دین اور معاملات کی لعنت میں گرفتار ہیں۔ ان کا خاندان سود کا کاروبار کر رہا ہے۔ لیکن ایسے کی بات تو یہ ہے کہ سودی معاملے کا حجم یہیں تک محدود رہتا تو ایک حد تک قابلِ برداشت تھا کہ ان کا مال ہے، جیسے چاہیں خرچ کریں۔ لیکن لڑائی جھگڑے اور فساد دنگے کی وجہ تب پیدا ہوتی ہے، جب وہ قرض کی رقم کو بمع سود ادا کرتے ہیں تو سود والی مزید رقم اپنی پوٹلی سے ادا کرنے کے بجائے باشندگانِ افغان کے قومی خزانے پر ڈاکہ ڈال کر اپنے "سر" سے قرض کا بوجھ اُتارتے ہیں۔ اور یوں افغانیوں کا محافظ ہونے کے بجائے قومی ڈاکو بنے ہوئے ہیں۔ اسلامی ملک کے صدرِ نام دار کو ایسی گھٹیا حرکت زیب دیتی ہے یا نہیں.. یہ تو زندہ ضمیروں کی کہانی ہے، اس نازک موضوع کا تعلق افغان صدر سے جوڑیں گے تو اُن کی مردہ ضمیری کی بے عزتی "خراب" ہونے کا اندیشہ ہے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں، جو کوئی بھی قوم کے نام پر سودی قرضہ لے، تو اگر وہ واقعۃً قوم کا ہمدرد ہے تو اس کو ادا کرتے وقت سود کی رقم بھی اپنی جیب سے ادا کرے۔ اس "آوازۂ حق" کو پوری امتِ مسلمہ کی طرف سے بھرپور شدت کے ساتھ اٹھا کر بلند کیا جانا چاہیے۔ ہمارے مسلم قومی راہنماؤں کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں کہ غیروں کے نظامِ معیشت سے 100٪ بہتر اسلامی نظامِ اقتصاد کو رائج کر کے مسلمانوں کا بیڑا غرق ہونے سے بچالیں۔ اس حوالے سے قوموں کو بھی شعوری بیداری کا ثبوت دینا ہوگا۔ ورنہ ان نااہل حکمرانوں نے جن سودی معاملات کی اوکھلی میں سر دے رکھا ہے، اس کے 'موسلے' برسنا شروع ہو گئے تو ایک کا بھی سر سلامت نہیں رہے گا۔ کیوں کہ سود کا لین دین اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کھلا اعلانِ جنگ ہے۔ اور کون ایسا ہمت والا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لیے میدان میں آئے اور ذلت و رسوائی کی خاک چاٹنے پر مجبور نہ ہو؟! اور محمود کرزئی جی کا کہنا کہ "مخالفوں کی طرف سے بے بنیاد پروپیگنڈا کر کے ہمیں ملکی سیاست سے نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔" تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ قومی غداروں کو ملکی سیاست کی تو دور کی بات... ملک کی مٹی میں بھی دفن نہیں ہونے دیا جانا چاہیے۔ کیوں کہ ایسوں کا ناپاک وجود مزید نحوست پیدا کرنے اور پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔ اور کرزئی جی نے ایک تو اللہ کے شیر دل مجاہدوں کے ساتھ پنگا لے رکھا ہے اور دوسری طرف اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ لگا رکھی ہے۔ اب انہیں کون سی خوش فہمی ہے کہ وہ امریکہ کی پشت پناہی کے باعث جیت پائیں گے؟!

یاد رکھیں! اگر قوم نے اس پر عمل کر لیا تو پھر ہم اللہ اور اس کے رسول کی صف کے سپاہی ہوں گے۔ اور جس فوج کا سپہ سالار خود اللہ ہو، اس سے کس ملک کا صدر، کون سا وزیرِ اعظم، کس کا وزیرِ خزانہ اور کسی پارلیمنٹ اور عدالت کی بالادستی نہیں جیت سکتی۔ یہاں کوئی یہودی، کوئی عیسائی اور کوئی ہندو بنیا اپنے سازشی دماغ میں پیدا ہو کر پنپنے والی شاطرانہ چالیں نہیں چل سکتا۔ اس کی تدبیر اُلٹ کر اسی پر آگرے گی۔ سب سے بہتر تدبیر ساز اور مدبرانہ عمل، اللہ کا ہے۔ اسی لیے یہ جنگ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی جیتنی ہے!!!

محمڈن فیملی!

محمد نسیم ہراتی

یہ ایک تکلیف دِہ حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم اپنے لیے ایک واضح دستورِ زندگی نہیں رکھتی، تو اُسے جگہ جگہ ہزیمت، رسوائی اور ان دیکھی مذموم غلامی کا طوق، غیر شعوری طور پر پہننا پڑتا ہے۔ جب کہ یہی معاملہ اُس قوم کے ساتھ بھی پیش آتا ہے، جو اپنا نظامِ حیات تو رکھتی ہو... اپنا روشن آئین تو رکھتی ہو... اپنا اعلیٰ ترین دستورِ جہاں بانی تو رکھتی ہو... اپنا خوب سے خوب تر لائحۂ عمل تو رکھتی ہو... لیکن اُسے فراموش کیے ہوئے ہو۔ اسے پس پشت ڈالے ہوئے ہو۔ اسے رُوبہ عمل نہ لاتی ہو۔ اس کا کچھ بھی حصہ، اس قوم کی زندگیوں میں نظر نہ آتا ہو۔ تو ایسی قومیں چند ہی عرصے تک دنیا کے منظر نامے میں رہ سکتی ہیں۔ ان کی عمر، انگلیوں پر گن لیے جانے والے چند سالوں تک محدود رہتی ہے۔ اس کے بعد اس کا وجود ناپید ہو جاتا ہے۔ وہ عنقا ہو جاتی ہیں۔ علامہ ابنِ خلدون نے کہا ہے کہ "جس قوم کا نظریہ جتنا بے حقیقت، بے جان اور کمزور ہو گا، وہ اتنا ہی کم عرصہ دنیا کے اسٹیج پر دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد وہ نظر نہیں آئے گی۔ اور ایسی قوموں کی زیادہ سے زیادہ عمر 120 سال تک ہوتی ہے۔ پھر وہ گم نامی کے اُس دلدل میں دھنس جاتی ہیں، جس سے نکلنا ایسا ہی محال ہے، جیسے رات کو سورج کے نکلنے کی توقع کی جائے۔

اس کی مثال ہسپانیہ میں رہنے والی "گاتھ" قوم ہے۔ وہ اپنے لیے کوئی نظام نہیں رکھتی تھی۔ اس کے پاس ایسا کوئی مذہب یا دین نہیں تھا، جو اسے یہ بتائے کہ "زندگی کا خرچہ پانی کس طرح پورا کیا جاتا ہے؟ کس شاہراہ پر زندگی کی گاڑی، کس طرح ڈرائیو کی جاتی ہے؟ کس موڑ پر کس طرح ٹرن لیا جاتا ہے؟" یہی وجہ ہے جب وہاں عیسائیت کا دور دورہ ہوا تو گاتھ قوم، عیسائیوں کے رسم ورواج میں گم ہو کر گئی۔ ان کے صحیح اور غلط... کئی طور طریقوں میں شامل ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ روم کے عیسائیوں کا کلچر اختیار کر لینے اور ان کی غلامی کا طوق پہن لینے کے باعث گنتی کے چند مقامات کے علاوہ تمام اندلس سے "گاتھ" قوم کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور یہ ایسا جاں گسل المیہ ہے، جسے کوئی مذہبی قوم ہر گز ہر گز برداشت نہیں کر سکتی۔ (واضح رہے، اس وقت تک اسلام کا سورج طلوع ہوئے قریب ایک صدی کا زمانہ بیت چکا تھا۔) یہی سبب تھا، جب خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا، تو تمام مصر میں انگریزوں کی اجارہ داری قائم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں میں اپنی حکومت کے ختم ہو جانے کے باعث ایک طرح کا احساسِ کمتری پیدا ہو چلا تھا۔ اسی بنیاد پر اور انگریزوں کے سازشی پروپیگنڈوں کی بنا پر بھی مسلمان، اسلامی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت سے عاری ہوتے چلے جا رہے تھے۔ مسلمان آہستہ آہستہ انگریزی طرزِ زندگی، انگلش کلچر اور یورپی تہذیب سے مرعوب ہو کر، اسے اپنانا شروع کر رہے تھے۔ اس سے مسلمانوں کی مسلمانیت، تباہی کے اندھے غار میں گر رہی تھی۔ اسلام اجنبی ہو رہا تھا۔ اسلام اور اہلِ اسلام کی شناخت مِٹنا شروع ہو گئی تھی۔ اور خاص طور پر انگریزوں سے مرعوبیت، مسلمانوں میں غلامی کے بیج بو رہی تھی۔ اُن کا احساسِ خودی ناپید ہو رہا تھا اور اقدار تبدیل ہو جانے کی وجہ سے دنیا کا کامیاب ترین فرد، اسی کو جانا جانے لگا تھا "جو انگریزی میں کھائے، انگریزی میں بولے، انگریزی میں پہنے اور انگریزی میں ہی سوئے۔" اس نازک صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے "اخوان المسلمون" کے بانی 'حسن البنا' نے خوب سے خوب کوشش کر کے اپنے کارکنوں میں مسلمان ہونے کا 'احساسِ تفاخر' جگایا۔ خودی کے اسرار و رموز سے آشنا کیا۔ اپنی اسلامی تہذیب میں ہی جینے کو دنیا اور آخرت کی کامیابی باور کرایا۔ جس کی ایک چھوٹی سی جھلک ذیل کے اس ایک واقعے میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ واقعہ ایک انگریز افسر اور اخوان کارکن کے درمیان پیش آیا تھا۔ اسے خود حسن البنّا نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے...:

کینال کمپنی کے چیف انجینئر اور سکسیون ڈیپارٹمنٹ کے انچارج، مسٹر سولنٹ نے 'اخ (بھائی) حافظ کو بلایا اور اُن سے اپنی رہائش گاہ پر نجاری [بڑھئی.. کارپینٹری] کے بعض آلات کی مرمت کروانا چاہی۔ مسٹر سولنٹ نے اُن سے مزدوری دریافت کی تو انہوں نے 130 قرش (مصری کرنسی) بتائی۔ مسٹر سولنٹ نے فوراً عربی میں کہا: "تم لٹیرے ہو"!

بھائی حافظ نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بڑے اطمینان سے پوچھا: "لیکن

کیوں کر؟"

مسٹر سولنٹ نے کہا: "اس لیے کہ تم اپنے حق سے زیادہ مانگ رہے ہو۔"

بھائی حافظ نے کہا: "ٹھیک ہے، میں آپ سے کچھ نہیں لوں گا، آپ اپنے ماتحت انجینئروں میں سے کسی سے اس کام کی مزدوری دریافت کرلیں۔ اگر اس کی رائے ہو کہ میں نے مناسب مقدار سے زیادہ اُجرت طلب کی ہے تو میں بہ طورِ سزا یہ کام مفت کروں گا۔ اور اگر اس کا خیال ہو کہ میرا مطالبہ صحیح ہے تو میں اس زیادتی پر آپ سے تسامح سے کام لوں گا۔"

مسٹر سولنٹ نے واقعۃً ایک انجینئر کو بلوا لیا اور اس سے اجرت دریافت کی۔ اس انجینئر نے اندازے سے کہا کہ "یہ کام 200 قرش میں ہوگا۔" چناں چہ مسٹر سولنٹ نے بھائی حافظ سے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو چلو کام شروع کرو۔

حافظ نے کہا: "میں کام تو شروع کردوں گا، مگر تم نے میری توہین کی ہے۔ لہٰذا تمہیں پہلے اپنے کئے پر معذرت کرنا ہوگی اور اپنے الفاظ بھی واپس لینا ہوں گے۔"

فرانسیسی افسر یہ سن کر غصے سے لال پیلا ہوگیا۔ اس پر فرانسیسیوں کی مشہور گرمیِ طبع غالب آگئی اور پھر کہنے لگا: "تو چاہتا ہے کہ میں تجھ سے معذرت کروں۔ تو کون ہوتا ہے؟ اگر خود شاہ فواد [تب کا مصری حکمران] بھی آجائے تو میں اس سے معذرت نہیں کروں گا۔"

حافظ نے بڑے دھیمے لہجے میں اسے کہا: "مسٹر سولنٹ! آپ یہ دوسری غلطی کررہے ہیں۔ آپ شاہ فواد کے ملک میں ہیں۔ آدابِ مہمانی اور احسان شناسی، دونوں کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ایسی بات منہ سے ہرگز مت نکالیں۔ اور میں آپ کو قطعاً یہ اجازت نہیں دوں گا کہ آپ ادب واحترام کو بالائے طاق رکھ کر شاہ فواد کا ذکر کریں۔"

پھر مسٹر سولنٹ، حافظ سے منہ موڑ کر وسیع ہال کے اندر چہل قدمی کرنے لگا۔ اس کے دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں تھے۔ حافظ نے اپنے آلات نیچے رکھ دیے اور ایک کرسی پر بیٹھ کر میز سے ٹیک لگالی۔ کچھ دیر تک فضا میں سکوت طاری رہا۔ صرف غضب ناک اور حیران وششدر مسٹر سولنٹ کے پاؤں کی آہٹ سنائی دیتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر سولنٹ حافظ کی طرف بڑھا اور کہنے لگا:

"فرض کرو، میں تم سے معذرت نہیں کرتا، تو تم میرا کیا بگاڑ لوگے۔"

حافظ نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا: "معاملہ آسان ہے۔ پہلے تمہارے قونصل خانے اور پھر تمہارے سفیر کے نام ایک رپورٹ لکھوں گا۔ پھر پیرس میں سویز کمپنی کی اعلیٰ انتظامیہ کے دفتر کو اس ہتکِ عزت کے کیس سے مطلع کروں گا۔ پھر فرانس کے مقامی اخبارات کو اس سلسلے میں خط لکھوں گا اور پھر انتظامی کونسل کا جو رکن بھی یہاں آئے گا، اس کو تلاش کرکے اس تک یہ شکایت پہنچاؤں گا۔ اور اگر اس سب کچھ کے باوجود بھی مجھے اپنے عزتِ نفس کا "حق" نہ ملا، تو پھر میرا آخری حربہ یہ ہو سکتا ہے کہ سڑک کے بیچوں بیچ لوگوں کے سامنے آپ کی توہین کرڈالوں۔ اور اس طرح شاید میں وہ مقصد حاصل کرلوں، جس کا میں نے پکا ارادہ کیا ہوا ہے۔ آپ یہ خیال مت کریں کہ میں موجودہ مصری حکومت سے آپ کی شکایت کروں گا، جس کو تم لوگوں نے غیر ملکی اور ظالمانہ ٹھیکوں کی زنجیروں میں باندھ رکھا ہے۔ مجھے تب تک ہرگز سکون نہیں آئے گا، جب تک میں کسی نہ کسی طرح اپنا وقار اور اپنی عزتِ نفس بحال نہ کرلوں گا۔

مسٹر سولنٹ چڑتے ہوئے بولا: "یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی کارپینٹر سے نہیں، بلکہ افسرِ اعلیٰ سے بات چیت کررہا ہوں۔ کیا تمہیں یہ خبر نہیں کہ میں "سویز کمپنی" کا چیف انجینئر ہوں؟ لہٰذا تم یہ تصور کیسے کرسکتے ہو کہ میں تم سے معافی مانگوں گا؟

حافظ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا کہ: "اور کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سویز کمپنی میرے وطن کے اندر ہے نہ کہ آپ کے ملک میں۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ سویز کمپنی پر تمہارا قبضہ عارضی ہے اور آخر کار اس کو ختم ہونا ہے۔ تب اس کی ملکیت پھر ہمارے ہاتھوں میں لوٹ آئے گی۔ پھر آپ اور آپ جیسے دوسرے لوگ، ہمارے "ملازم" ہوں گے۔" حافظ نے "آپ" پر زور دیتے ہوئے کہا مزید کہا" لہٰذا آپ یہ تصور کیسے کرسکتے ہیں کہ مَیں اپنے "حق" سے دست بردار ہوجاؤں گا؟

اس گفتگو کے بعد مسٹر سولنٹ نے دوبارہ چہل قدمی شروع کردی۔ کچھ دیر کے بعد وہ حافظ کی طرف مڑا تو اُس کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا اور عرقِ انفعال کے قطرے اس کے چہرے سے گر گر کر زمین کو تر کررہے تھے۔ اُس نے بے انتہا غصے کی وجہ سے نہایت قوت سے اپنا ہاتھ، کئی مرتبہ سامنے پڑی میز پر مارا اور "اخوان کارکن" کے سامنے ہار مانتے ہوئے "عاجزانہ طیش" کے عالم میں کہنے لگا: "حافظ! مَیں تجھ سے معذرت چاہتا ہوں، اور اپنے الفاظ بھی واپس لیتا ہوں۔" چناں چہ بھائی حافظ سکون واطمینان کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور مسٹر

سولنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے کام میں لگ کر اُسے کچھ ہی دیر میں مکمل کر دیا۔

کام مکمل ہو جانے کے بعد مسٹر سولنٹ نے بھائی حافظ کو 130 کے بجائے 150 قرش پیش کیے۔ حافظ نے ان میں سے 130 لے لیے اور باقی 20 قرش واپس لوٹا دیے۔ مسٹر سولنٹ نے اُن سے کہا: "یہ 20 بھی آپ لے لیں۔ یہ آپ کا انعام ہے۔

حافظ نے فوراً کہا: " نہیں، ہر گز نہیں! میں اپنے حق سے زیادہ لے کر "لٹیرا" نہیں بننا چاہتا۔"

مسٹر سولنٹ خلافِ توقع یہ جواب سن کر ایک دم سے ششدر اور انگشت بدنداں ہو گیا۔ پھر کہنے لگا: "مجھے حیرت ہے کہ تمام عرب کاری گر آپ کی طرح کیوں نہیں ہیں؟ پھر چونکتے ہوئے جیسے کہ اچانک کچھ یاد آگیا ہو بولا: "ارے! کیا تم "محمڈن فیملی" ہو!؟!

حافظ نے اُٹھتے ہوئے لہجے میں کہا: " مسٹر سولنٹ! ہر مسلمان محمڈن فیملی ہے۔ مگر وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے لوگوں نے کم عقلی کی بنیاد پر "صاحب لوگوں" یعنی انگریزوں کے ساتھ اپنی معاشرت وابستہ کر رکھی ہے۔ وہ ان کی نقالی کرنے لگے ہیں۔ اور اِس طرح ان کے اخلاق و عادات خراب ہونے لگے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم کو ہر مسلمان "محمڈن فیملی" ہی لگتا۔

مسٹر سولنٹ کے پاس اس تُرش حقیقت کا کوئی جواب نہیں تھا.. یا... وہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اُس نے اِس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا: "متشکر، متشکر" ... (شکریہ ... تمہارا بھلا ہو۔) یہ جواب رخصت ہو جانے کی اجازت تھا۔ پھر حافظ اپنے دل میں انجانی سی خوشی کی کرنیں محسوس کر کے، دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے واپس لوٹ گیا۔ کیوں کہ اس کو اپنا "حق' بھی مل گیا تھا اور " محمڈن فیملی" کا نام بھی ایک مرتبہ پھر زندہ ہو گیا تھا۔ کاش! مسلم قوم کو خاص ترکیب سمجھ آجائے۔ آمین... کیوں کہ

؎ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

::::::::::::::::::::::::::::::::

آم! قدرت کا انمول تحفہ

آم ایک غذائیت بخش پھل ہے، جسے پھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ یہ گرمیوں کا سب سے مقبول پھل ہے اور دنیا بھر میں دوسرے پھلوں کے مقابلے میں زیادہ کھایا جاتا ہے۔

آم میں نشاستہ اور روغنی اجزاء کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

اس میں وٹامن اے، وٹامن سی، فاسفورس، کیلشیم، فولاد اور پوٹاشیم کے علاوہ گلیکوز بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔

یہ جسمانی کمزوری کو ختم کرتا ہے، خون پیدا کرتا ہے اور جسم کو فربہ کرتا ہے۔

آم میں کیلشیم کی موجودگی ہڈیوں کے لئے مفید ہے۔

یہ جگر، دل، دماغ، ہڈیوں اور پٹھوں کو سخت گرمی سے بچاتا ہے۔

آم کھانسی اور دمہ کے مریضوں کے لئے بھی بہترین ہے۔

یہ حافظے کو تقویت دیتا ہے، اس لئے دماغی کمزوری والے لوگوں کو آم کا استعمال خاص طور پر کرنا چاہئے۔

آم میں موجود قدرتی اجزاء دل کے امراض، کینسر اور جلد کی بیماریوں سے حفاظت کا نہایت موثر ذریعہ ہے۔

اس میں موجود فولاد جلد کی تروتازگی اور دلکشی میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ پوٹاشیم کی بڑی تعداد بلڈ پریشر کنٹرول کرتی ہے۔

گردے کی پتھری سے حفاظت کے لئے بھی آم کا استعمال نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ آم بریسٹ اور کولون کی سرطان سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک اہم دوا ثابت ہوا ہے۔

دنیائے طب میں آم اور صحت کے درمیان تعلق پر ہونے والی پہلی طبی تحقیق کرنے والی برلن کی معروف ڈاکٹر سواسانی ٹیل کوٹ اور ان کے شوہر ڈاکٹر سٹیو ٹیل کوٹ نے آم کے گودے، جوس، چھلکے اور گٹھلی کو کینسر کے خلاف قوت مدافعت فراہم کرنے میں بہترین پایا ہے۔ تحقیقی رپورٹ کے مطابق آم کھانے والے افراد کے خون میں زہریلی مادوں کی شرح صرف 10 فیصد تک تھی جبکہ دیگر آم نہ کھانے والے لوگوں کے جسموں میں یہ شرح 35 سے 40 فیصد تک نوٹ کی گئی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو آم سپر فوڈ کہلا سکتا ہے۔ اس تحقیق کے دوران جسم سے زہریلی مادوں اور کینسر کی خلیات ختم کرنے کے لئے بلیو بیری، آم، اور پائن ایپل سمیت دیگر پھلوں پر تجربات کئے گئے جن میں سب سے زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ آم نے کیا۔ انگوروں کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ سب سے بہتر خون صاف کرنے والا پھل ہے اور یہ بات درست بھی ہے مگر آم نے اس پر بھی سبقت حاصل کر لی ہے۔ آم کے اندر پائے جانے والے کیمیائی جز و پولی فینول سے کولون، بریسٹ، پھیپھڑوں اور ہڈیوں کی گودے کی سرطان اور پروسٹیٹ کینسر کے ٹیومرز کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ عنصر عام طور پر پودوں میں پایا جاتا ہے لیکن سب سے بہتر اور اعلیٰ کوالٹی کا حامل یہ عنصر آم میں ہی ملتا ہے۔

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنٹوں کی ہلاکتیں	اجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	147		34	15	236	56	65	6	6	
-2	ہلمند	245		38	17	524	221	92	15	18	
-3	غزنی	74		24	6	113	99	35	10	2	
-4	خوست	43				57	34	9			
-5	نورستان	14				37	14	1	4		
-6	میدان وردگ	136		20	7	254	13	135	1	1	
-7	کونڑ	64		6	3	61	50	10	2		
-8	پکتیکا	117	1	23	16	203	174	46	5	6	
-9	زابل	102	1	7	4	117	61	39	7	2	2
-10	لوگر	129	1	54	41	216	183	28	19	1	
-11	کاپیسا	19		8	1	16	10	6			
-12	روزگان	55	1	12	4	158	43	20	4	8	
-13	پکتیا	125		28	5	192	73	44		3	
-14	فراہ	39	1	29	12	82	60	57	2	4	1
-15	کابل	31	4	19	27	114	31	30	20		2
-16	ننگرہار	121		25	26	168	187	42	12	21	
-17	لغمان	57		10		72	49	33	4	3	
-18	ہرات	59		5	3	141	70	32	2	1	
-19	نیمروز	39				66	39	9	3	3	
-20	بادغیس	18		9	30	36	16	8	4	4	
-21	قندوز	37		6		34	35	11	2	1	
-22	بغلان	30				44	44	28	6	5	
-23	فاریاب	33				96	76	16	2	11	
-24	غور	6			10	12	13	3	3	8	
-25	پروان	41		15	13	87	35	13	1		
-26	تخار	8				11	6	2		1	
-27	سمنگان	3		4	2	2	4	1			
-28	بدخشان	18				56	57	1	2	3	
-29	بامیان	3				1	1				
-30	بلخ	9		5		29	18	2	10		
-31	جوزجان	8				18	17	5			
-32	دائی کنڈی	12				14	18	2	1	2	
-33	سرپل	9				25	16	4	2	2	
-34	پنجشیر										
مجموعہ		1851	9	381	242	3292	1823	829	149	116	

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1: غزنی میں ایک ہیلی کاپٹر 2: فراہ میں ایک جاسوس طیارہ. 3: ہلمند میں ایک جاسوس طیارہ
4: قندہار میں ایک ہیلی کاپٹر اور ایک جاسوس طیارہ 5: لوگر میں ایک کارگو طیارہ

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

بین الاقوامی برادری اور حملہ آور ممالک کے نام:

...- امریکہ کی افغانستان پر چڑھائی در حقیقت لمبے عرصے تک سیاسی اور اقتصادی مفادات کے حصول کے لیے ہے۔ اور یہ سب اس خطے اور دنیا بھر میں اپنے مخالفین اور منافسین کی سرکوبی کے لئے ہے، مگر افسوس کہ بعض ممالک امریکی مفادات کی تحفظ کے لئے قربانی کا بکرا بنے ہوئے ہیں، اور یہاں امریکی فوجیوں کے شانہ بشانہ انسانیت سوز مظالم ڈھا رہے ہیں۔

...- اسی طرح آپ کی فوجیں ہمارے ملک میں خواتین اور بچوں کو بے دردی سے قتل کر رہی ہیں، ہماری بستیوں اور گھروں کو مسمار و تباہ کیا جا رہا ہے، ہمارے دینی معتقدات کی توہین کی جا رہی ہے، ہماری ثقافت اور وطنی اقدار کی تضحیک کی جا رہی ہے۔ وہ ہمارے گھروں اور سرسبز باغات کو جلا رہے ہیں اور انھیں بلڈوز کر رہے ہیں، پس یہ آپ کا فرض بنتا ہے کہ فرانسیسی عوام کی طرح اپنی حکومتوں کو ان جرائم کے ارتکاب سے روکیں، تاکہ آپ کے بچے اور وسائل مزید امریکی خواہشات کی خاطر قربان ہونے سے بچ جائیں۔

... آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ ہمارے ملک میں آپ کے لاتعداد فوجی مارے جا چکے ہیں اور بہت سے مستقل معذوری کا شکار ہو رہے ہیں، اور کئی جنگی دباؤ کی وجہ سے نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، مگر آپ کی حکومتیں یہ تلخ حقائق آپ سے اور آپ کے میڈیا سے چھپا رہی ہیں۔

..-امارت اسلامیہ خاص طور پر موتمر العالم الاسلامی (ورلڈ مسلم کانگریس)، عالم اسلام، امت مسلمہ اور مسلم ممالک کے حکمران، اسلامی تنظیموں اور جماعتوں سے پرزور اپیل کرتی ہے اور امید رکھتی ہے کہ وہ افغان مظلوم عوام کی خود مختاری اور ظلم سے نجات کی کاوشوں میں امارت اسلامیہ کے ساتھ فوری اور وسیع پیمانے پر تعاون کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل کریں گے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

2nd Year August 2013

مزار شریف